

۸
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ
الحق
پیشوا

بیا د: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم حقانیہ

مدیر مسئول: مولانا سمیع الحق

جمادی الثانی / رجب ۱۴۱۹ھ ، اکتوبر / نومبر ۱۹۹۸ء

عظیم دینی مرکز جامعہ حقانیہ اور شدید مالی مشکلات میں آپ کا دینی فریضہ

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! خدا کرے مزاج گرامی بالخیر ہوں۔

دارالعلوم حقانیہ کے وسیع ہمہ گیر علمی و دینی خدمات آپ پر روز روشن کی طرح عیاں ہیں اس لئے کہ اس گشت محمدی کی آبیاری اور سرسبز و شادابی میں آپ بھی شریک ہیں۔ قرآن و سنت اور اسلامی تعلیمات کی اشاعت کا یہ سلسلہ آپ کیلئے بھی یقیناً صدقہ جاریہ ہے بلکہ میں آنجناب کی دارالعلوم کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرانے کی جرأت کر رہا ہوں۔

محترم! محمد اللہ دارالعلوم کے تمام شعبے ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ درس و تدریس اور تعلیم و تربیت تمام شعبوں کی وسعت قابل رشک ہے مگر محدود وسائل طلبہ کی ضروریات رہائش، طعام وغیرہ کی نہایت کمی کی وجہ سے طلبہ کی ایک بڑی تعداد داخلے سے محروم ہو جاتی ہے۔ ادھر روس کے نوآزاد مسلم ریاستوں اور چین تک کے طلبہ کی ایک بڑی تعداد آرہی ہے جن کا ساری ملت مسلمہ پر خصوصی حق ہے مگر مطبخ وغیرہ کے اخراجات میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے جو اشیائے خوردنی ایک لاکھ روپے میں مہیا ہوتے تھے وہ پانچ لاکھ روپے میں مشکل پورے ہو سکتے ہیں جبکہ آمدنی اور اہل خیر کی امداد حسب سابق رہی ہے۔ اس وقت دارالعلوم کی تعمیرات کیلئے کچھ فنڈ اللہ تعالیٰ نے مہیا کر لیا تھا مگر اس کا ایک روپیہ بھی طلبہ کے مصارف اور تعلیم پر خرچ نہیں کیا جاسکتا تھا وہ بھی محدود تھا اور تعمیرات کا منصوبہ ادھر اہو ہو گیا ہے مگر فی الوقت ہمیں دو ڈھائی ہزار طلبہ کے قیام، طعام، علاج، فراہمی کتب اور تعلیم مصارف کیلئے خطیر سالانہ اخراجات درکار ہیں جبکہ دارالعلوم فنڈ کی کمی اور شدید مالی بحران کا شکار ہے اور یہ سب کچھ عموماً زکوٰۃ و صدقات سے پورا ہوتا ہے۔ آپ کے امداد فرمائی بھی ہے اور ہر سال فرماتے ہیں مگر حالات کی نزاکت دارالعلوم کے ہمہ گیر خدمات اور وسعت پذیر منصوبوں بالخصوص وسط ایشیا، پاکستان، تاجکستان وغیرہ کے طلبہ کے پیش نظر ان حالات میں نہ صرف آپ کی مزید اور زیادہ سے زیادہ امداد کی ضرورت ہے بلکہ دلالت علی الخیر کے بناء پر اپنے حلقہ اثر و سرخ میں بھی امداد کی فراہمی کے سلسلہ میں اس کارخانہ علوم نبوت اور مہمان خانہ رسالت پناہ علی صاحبہا الف تحیہ کی مزید مؤثر سرپرستی کے ہم منتظر ہیں۔ آپ کی امداد اور سعی علوم نبوی کی تدریس و تعلیم، جہاد، دعوت الی اللہ کے صورتوں میں قیامت تک جاری و ساری رہے گی۔

واجزکم علی اللہ۔

- (نوٹ): امداد بذریعہ بینک ڈرافٹ / چیک / منی آرڈر یا دستی نقد کی شکل میں، نام دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ارسال فرمائیں۔ (۱) یو بی ایل اکوڑہ خٹک اکاؤنٹ نمبر = 01-7 (۲) یو بی ایل اکوڑہ خٹک اکاؤنٹ نمبر = 4587-4 (۳) نیشنل بینک آف پاکستان اکوڑہ خٹک۔ اکاؤنٹ نمبر = 17-5 (۴) مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ۔ اکاؤنٹ نمبر = 721 (۵) یو بی ایل نوشہرہ فارن کرنسی اکاؤنٹ نمبر: 1009-115

ای میل نمبر: E-Mail. haqqania@psh.info link.net.pk

والسلام

مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

03 NOV 1998

جلد نمبر 34

شمارہ نمبر 21

جمادی الثانی، رجب ۱۴۱۹ھ

اکتوبر نومبر ۱۹۹۸ء

لے بی سی آؤٹ میوزک و سرکولیشن کی مصالحت اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر

نگران

مدیر اعلیٰ

حافظ راشد الحق سمیع حقانی

حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے معاونین

- نفس آغاز..... (حافظ راشد الحق حقانی)..... ۲
- اسلام اور اکیسویں صدی (قاہرہ کانفرنس کی مفصل روداد) (مولانا محمد شہاب الدین ندوی صاحب)۔ ۱۴
- کفر کیلئے اصل خطرہ نظام مدارس..... (جناب جنرل حمید گل صاحب)۔ ۲۲
- حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ کی عظمت، عظمت والوں کی نظر میں۔۔ (مولانا عبدالغنی صاحب)۔ ۳۰
- انجمنیت کا انقلاب ہماری توجہ کا منتظر..... (جناب عبدالرحمن شاکر صاحب)۔ ۳۹
- فہم اسلام سی ٹی بی ٹی..... (جناب (ر) میجر ہدایت الرحمن صاحب)۔ ۴۵
- فاتح اندلس..... (جناب (ر) کرنل محمد اعظم صاحب)۔ ۴۹
- ملک و دشمنوں کی سازشیں اور حب الوطنی کا تقاضا..... (حافظ راشد الحق سمیع حقانی)۔ ۵۵
- طالبان کی نئی فتوحات اور پاک ایران تعلقات..... (جناب محمد افضل شخی صاحب)۔ ۵۸
- فکار و تاثرات..... (قارئین بنام مدیر)۔ ۶۰
- (جناب مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی مدظلہ، جناب مولانا عتیق الرحمن سنہلی مدظلہ وغیرہم)
- دارالعلوم کے شب و روز..... (حافظ فضل غفور)۔ ۶۵
- تبصرہ کتب..... (مولانا محمد ابراہیم فانی)۔ ۶۸

نوٹ: یہ شمارہ ماہ اکتوبر اور نومبر پر مشتمل ہے۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: 630435, 630340- (0923)

E-Mail No. haqqania@psh.infolink.net.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/15 روپے سالانہ =/150 روپے، بیرون ملک \$20 امریکی ڈالر

پیشکش: مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان

نقش آغاز

راشد الحق سمیع حقانی

”الحق“ کے نئے سال کا آغاز

الحمد للہ ماہنامہ الحق اپنی زندگی کی ۳۳ بہاریں پوری کرنے کی بعد ۳۴ ویں بہار میں تائید خداوندی، عزم و استقلال اور معزز قارئین کی بھرپور توجہات سے داخل ہو رہا ہے۔ اب تک علم و آگہی کے سفر کی کارکردگی ملک و ملت کے سامنے نصف نہار کی طرح روشن ہے۔ اس عرصہ دراز میں ”حق“ کی اس آواز نے جو کچھ بھی کیا وہ اللہ کی رضا، ملک و ملت اور عالم اسلام کی بہتری اور اصلاح و دعوت دین و مذہب اور جہاد کی سر بلندی کی خاطر کیا۔ آئندہ بھی ماہنامہ ”الحق“ اپنی سابقہ درخشاں روایات کے مطابق اعلائے کلمات اللہ، امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق جاری رکھے گا۔ ماہنامہ الحق کی روزا دل ہی سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ نئے دور کے تمام جدید تقاضوں اور ضروریات سے ایسے رہے۔ الحمد للہ اس سلسلہ میں اب تک تمام جدید ذرائع باوجود وسائل کی عدم دستیابی کے اپنائے گئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ماہنامہ الحق نے جدید دور کا سب سے تیز اور جامع ترین نشر و اشاعت کا ذریعہ انٹرنیٹ (Internet) بھی اپنایا ہے۔ اب ماہنامہ الحق کو ہر قسم کے مقالات، مضامین، اہم رپورٹیں اور ڈاک بذریعہ ہمارے ای میل نمبر

E – Mail = haqqania@psh.infolink.net.pk

پر دنیا کے ہر خطہ سے بھیجے جاسکتے ہیں۔ ماہنامہ الحق اور دارالعلوم حقانیہ کا اگلا ہدف اپنا مستقل ورلڈ وائیڈ ویب (World Wide Web) قائم کرنا ہے۔ جسکے ذریعہ سے ماہنامہ الحق کے اہم مضامین اور دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں کروڑوں انسانوں کو بیک وقت نٹوں میں معلومات فراہم ہو سکیں گی۔ اسکے ساتھ ہماری خواہش ہے کہ عالم اسلام اور دین حنیف کے متعلق یہود و ہندو اور عالم کفر ملکر جو منفی پروپیگنڈے کر رہے ہیں اور اپنے فاسد نظریات اور باطل عقائد کی دعوت پھیلا رہے ہیں۔ ان قوتوں کے خلاف بھرپور جہاد انٹرنیٹ کے ذریعہ سے بھی کیا جائے۔ دینی مدارس اور علماء پر جمود اور تنگ نظری کا لیل لگانے والوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ ہم دنیا اور مافیہا سے غافل نہیں۔ لیکن اس وسعت قلب کے ساتھ ساتھ دارالعلوم و ادارہ الحق کو ملکی بلکہ بین الاقوامی مالیاتی و اقتصادی

شدید بحران نے بری طرح متاثر کیا ہے۔ اسی وجہ سے ابھی ہمارے کئی اہداف ادھورے ہیں۔ اور اسی وجہ سے پیچ قائم کرنے کے ہم انتظار میں ہیں۔ مالی بحران کی وجہ سے ماہنامہ الحق اپنے سال کے پہلے جملہ کا آغاز دو شماروں کے بجائے کرنے سے کر رہا ہے۔ ہماری ان حضرات سے خصوصی درخواست ہے جن حضرات کو ماہنامہ الحق گذشتہ کئی عشروں اور کئی سالوں سے اعزازی جاری ہے کہ وہ اس کے بخریدار بنیں اور اپنے حلقہ احباب میں بھی اس کے لئے کام کریں۔ نیز اشتہارات کی صورت میں بھی اپنے اس محبوب جریدے کی معاونت فرمائیں۔ ماہنامہ الحق اور دارالعلوم حقانیہ کو حکومت اور حکمرانوں پر جائز تنقید کی پاداش میں گذشتہ کئی عشروں سے اشتہارات اور تمام سہولیات سے محروم کیا گیا ہے۔ امید ہے آپ حضرات خصوصی طور پر دارالعلوم حقانیہ اور ادارہ الحق کو اپنی توجہات میں یاد رکھیں تاکہ علم و رشد کی یہ شمعیں تادیر ظلم و جہل کے خلاف فروزاں رہیں۔

شریعت بل کی قومی اسمبلی سے منظوری ایک مستحسن اقدام مگر۔۔

الحمد للہ مقام شکر و اتمنان ہے کہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے بھاری اکثریت کے ساتھ شریعت بل کو منظور کرنے کی سعادت حاصل کی۔ گذشتہ دنوں قومی اسمبلی میں اسے بھاری اکثریت سے منظور کیا گیا۔ اس کی بعض متنازعہ دفعات کو حکومت نے اپوزیشن کی مخالفت کے بعد واپس لے لیا ہے تاہم اس بل کی اصل اہمیت اپنی جگہ پر مسلم اور قائم ہے۔ کہ قرآن و سنت ملک کا سرپیم لا ہوگا۔ یہ بل اب ایوان بالاسینٹ آف پاکستان میں پہنچ چکا ہے۔ اور حکومت کو نوے (۹۰) دنوں کے اندر اسے سینٹ سے پاس کرانا ہوگا۔ لیکن سینٹ میں حکومت کو شریعت بل کے پاس کرانے میں مشکلات کا سامنا ہے۔ کیونکہ سینٹ میں اکثر ممبران پیپلز پارٹی اور دیگر لادین جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان سے حکومت کا شریعت بل کی حمایت حاصل کرنا بعید از قیاس لگتا ہے۔ کیونکہ قومی اسمبلی میں انہی لادینی اور لاوطنی جماعتوں نے شریعت بل کی بھرپور مخالفت کی ہے اس کے بعد چلیئے تو یہ تھا کہ اس جرم میں ان کی اسمبلی کی رکیت ختم کردی جاتی۔ لیکن جمہوریت کے نام سے یہاں ہر چیز

”جائز“ ہے۔ یہاں قابل افسوس اور باعث عار ان دینی جماعتوں کا رویہ بھی ہے جنہوں نے پارلیمنٹ میں شریعت بل کے پاس کرانے میں اپنا ووٹ نہیں دیا نہ ہی اس کی حمایت کی۔ جہاں تک لادین جماعتوں کا شریعت بل کی مخالفت کا تعلق ہے تو ہماری سمجھ میں آتی ہے کیونکہ یہ ان جماعتوں کے منشور کا بنیادی حصہ ہے۔ لیکن دین و مذہب کے نام سے سیاست کرنے والی جماعتوں کی مخالفت

ہماری اور قوم کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ نواز شریف اور مسلم لیگ کے ساتھ ہماری جماعت کے ہزاروں اختلافات ہیں لیکن جب انہوں نے شریعت بل اور اسلام کی بات درمیان میں پیش کی تو ہم نے پہلے دن سے ہی اس کی حمایت کی (اگرچہ ارباب اقتدار نفاذ اسلام سے مخلص ہیں یا نہیں یا صرف اپنے طول اقتدار اور یا آئندہ متوقع اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے کے لیے یہ بل پیش کیا گیا ہے) اس لیے کہ ہم گزشتہ پچاس برسوں سے نفاذ شریعت کیلئے پارلیمنٹ اور باہر جدوجہد کر رہے ہیں۔ اور ہماری سیاست کا دارومدار نفاذ شریعت ہی ہے۔ اور پھر بحیثیت مسلمان اور مذہبی پارٹی کے ناطے اس کی بے جا مخالفت سے عوام پر بھی غلط اثر پڑتا کہ شریعت کے نام لیوا وقت آنے پر پیچھے رہ گئے۔

ع یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اور ہم شریعت بل کی مخالفت میں واجپائی، اجمل خٹک، بے نظیر بھٹو، قادیانی جماعت اور اقلیتی پارٹیوں کی صف میں کھڑے نہیں ہوئے بلکہ شریعت بل کو مزید موثر اور کارآمد بنانے کیلئے کئی مفید تجاویز اس سلسلہ میں حکومت کو پیش کیں اور نہ ہی ہم نواز شریف کے شریعت بل کے اعلان پر اسکی حمایت میں خوشامدیوں کی صف میں کھڑے ہوئے جیسا کہ سینئر ساجد میر اور اس قبیلہ کے دوسرے علماء جو حق نمک ادا کر رہے ہیں کہ جنہوں نے جوش جذبات میں آکر "امیر المؤمنین" سکے پاکیزہ نام سے نواز شریف کو پکارا۔ ہمیں نواز شریف کے قول، فعل، عمل اور ماضی میں اس کی دوستی کا خوب تجربہ رہا ہے۔ اس سے پہلے جمعیت العلماء اسلام کے رہنماؤں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مدظلہ نے شریعت بل کو سینٹ آف پاکستان سے سات سال کی طویل جدوجہد کے بعد منظور کرایا تھا لیکن ایک بڑی عالمی سازش کے تحت ایک دن قبل قومی اسمبلی توڑ دی گئی تاکہ جے یو آئی کا شریعت بل اسمبلی میں پیش نہ ہو سکے۔ لیکن ہمیں کریڈٹ سے سروکار نہیں بلکہ جو بھی نفاذ شریعت کیلئے عملی قدم اٹھائے گا تو ہم دس قدم اس کا ساتھ دینگے۔ ہمیں مخالفت برائے مخالفت کی سیاست نہیں آتی۔ ہم یہاں پر سینٹ آف پاکستان سے بھی بھرپور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنی سابقہ روایات کو زندہ کرتے ہوئے شریعت بل کو سینٹ سے بھاری اکثریت سے منظور کرائے۔ ہم اپوزیشن سے بھی یہی مطالبہ دہراتے ہیں کہ وہ اس بل کی حمایت کرے اور نواز شریف کو اس بل سے بھاگنے کا موقع فراہم نہ کرے۔ اگر حکومت سینٹ سے یہ بل پاس نہیں کرا سکتی تو پھر پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلوا کر یہ بل منظور کرایا جائے۔ منظوری کے بعد شریعت بل محض ایک کاغذ کا پلندہ نہ ہو بلکہ حقیقی معنی میں اس کا نفاذ زندگی کے ہر شعبہ میں

سونا چاہیے۔ اگر نواز شریف نفاذ شریعت کے لئے اتنے مخلص ہیں تو سب سے پہلے جمعہ کی چھٹی بحال کریں۔ اس کے ساتھ سودی نظام سے ملک کو پاک کریں اور عدالت سے وہ رٹ واپس لیں جو حکومت نے سودی نظام کے خاتمہ کی خلاف ورزی کی ہے اور یہاں پر مشاہد حسین، شیخ رشید اور عابدہ حسین برائڈ اسلام نافذ نہ کریں بلکہ پوری قوم کا یہ مطالبہ ہے کہ پاکستان میں طالبان کے نافذ کردہ قرآن و سنت پر مبنی حقیقی اسلامی قوانین نافذ کریں۔ حکمرانوں کو شریعت مطہرہ میں اپنی مرضی کی تراش خراش نہیں کرنی چاہیے اس کے ساتھ ہی حکومت فوراً قبائلی علاقہ جات میں نفاذ اسلام کو ایک آرڈی نینس کی صورت میں نافذ العمل کرے۔ اس کیلئے انہیں سینٹ اور پارلیمنٹ کی ضرورت نہیں۔ دینی جماعتیں اب نواز شریف کو اس عذر لنگ کا موقع نہیں دیتیگی کہ وہ سینٹ میں شریعت بل کو منظور نہیں کرا سکتے یہ بل اب انہیں ہر طریقے اور ہر حربے سے سینٹ سے منظور کرانا ہوگا چاہے اس کے لئے اسے اقتدار کی قربانی بھی دینی پڑ جائے۔ اگر یہ بل نواز شریف سینٹ سے پاس نہ کرا سکے تو پھر اس منافقت اور فراڈ پر نہ تو پاکستان کے غیور دینی جذبہ سے سرشار عوام نواز شریف کو معاف کرینگے اور نہ ہی خدا کے حضور اسکی معافی قابل قبول ہوگی۔

افغانستان پر ایران، روس، امریکہ کی متوقع جارحیت

پاکستان، افغانستان کے پڑوسی ملک ایران نے افغانستان کی سرحدات کے ساتھ دولاکھ اسی ہزار افواج جمع کر دی ہیں اور جنگی مشقوں کی آڑ میں تحریک طالبان پر دباؤ ڈال رہا ہے۔ ان مشقوں اور جارحیت کے ذریعہ ایران کئی امور پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے۔ (۱) طالبان کی بڑھتی ہوئی طاقت اور عظمت کو کم کرنا (۲) طالبان کی بڑھتی ہوئی کامیابیوں اور فتوحات کو روکنا (۳) طالبان کے مخالفین قوتوں کو اندرون ملک سنبھالنا دینا اور ان کو طالبان کے خلاف بغاوت پر اکسانا (۴) افغانستان میں رنگے ہاتھوں پکڑے گئے ایرانی فوجی اور اسلحہ سے لوگوں کی توجہ ہٹانا (۵) پاکستان کو عالمی اور سیاسی سطح پر بدنام کرنا۔ اس کے علاوہ اور کئی عوامل ہیں جن کی بنا پر ایران افغانستان کی خلاف ننگی جارحیت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ ایران کے حالیہ جارحانہ کردار سے اس کے اسلامی انقلاب کا چہرہ اور برہم سب کے سامنے آشکارا ہو گیا ہے۔ صرف ذاتی مفادات اور مسلکی تعصب کی بناء پر اپنے دو پڑوسی ممالک کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہونا بلکہ بغض طالبان میں امریکہ جیسے ایران شیطان بزرگ کہتا ہے اور برطانیہ اور شاطن رسول سلمان رشدی کے ساتھ بھی ہاتھ ملاتا ہے۔ ان اقدامات کے بعد

ایران اور اس کا انقلاب پوری طرح عیاں ہو گیا ہے۔ اقوام متحدہ کے نمائندے طرز ابرہمی دونوں ممالک کے درمیان مذاکرات کر رہے ہیں۔ اور جلتی آگ پر پانی ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور ادھر کرغستان میں ایرانی اسلحہ سے بھری ہوئی ٹرین جو کہ افغانستان میں طالبان مخالفین کو امداد کے نام پر بھیجی جا رہی تھی ایک مقامی ریلوے اسٹیشن پر پکڑی گئی ہے۔ دنیا بھر کو ایک بار پھر ایرانی جارحیت کا واضح ثبوت مل گیا ہے لیکن اقوام متحدہ اور یہاں پاکستان میں جماعت اسلامی کے کرتا دھرتا سارا نزلہ طالبان پر گرا رہے ہیں۔ ان کو ابھی تک ظالم و مظلوم میں تمیز اور فرق محسوس نہیں ہوتا۔ حکمتیار کے غم میں اب تک یہ لوگ نڈھال ہو رہے ہیں۔ اسی ربانی اور حکمتیار اور مسعود کے ہاتھوں امت مسلمہ اور افغانستان جگہ ہنسائی کا ذریعہ بنے اور اب بھی یہ گندے انڈے ایران کی گھود میں جمع ہیں اور انڈیا کے ساتھ ملکر پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔

اس کے ساتھ ہی روس کی پندرہ سو کمانڈوز آرمی نو سال کے بعد دوبارہ افغانستان میں طالبان مخالفین کے علاقوں میں فضائی راستوں سے اتر چکی ہے۔ اور یوں ایک بار پھر روس کو افغانستان میں مداخلت کا موقع سابقہ افغان قیادت اور ایران نے فراہم کر دیا ہے۔ روس نے ترکمانستان ازبکستان کے ساتھ طالبان کے خلاف دفاعی معاہدہ بھی کر لیا ہے۔ موجودہ صورتحال میں روس اور ایران کے عزائم میں کوئی فرق نہیں۔ گزشتہ ماہ ایرانی پارلیمنٹ کے سپیکر نے روسی افواج اور حکومت سے طالبان کے خلاف اپنی فوج کشی میں تعاون طلب کیا ہے۔ روسی افواج کی افغانستان میں دوبارہ آمد اسی دعوت کا نتیجہ ہے۔ عالم اسلام اور خصوصاً پاکستان کے لئے روسی افواج کی دوبارہ افغانستان میں آمد ایک بہت بڑا المیہ ہے اور اس سے سب کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ اگر فوری طور پر تحریک طالبان اور افغانستان کی حکومت کی مدد اور اسے تسلیم نہیں کیا گیا تو اس کا خمیازہ صدیوں تک عالم اسلام کو بھگتنا پڑے گا۔

اس کے ساتھ ہی امریکی سینٹ میں نائب وزیر خارجہ انڈرفرٹھ نے اسامہ بن لادن اور افغانستان پر دوبارہ حملہ کا سنگنل دے دیا ہے۔ اس سے پہلے امریکہ کی یہودن وزیر خارجہ مسز البرائٹ اور وزیر دفاع نے بھی متعدد بار نئے حملوں کا پروگرام بنایا ہے۔ دنیا کی تمام بڑی طاقتیں سٹوڈنٹس (طالبان) کی نوزائیدہ حکومت کو پھٹنے کیلئے بے تاب ہیں اور ان کے ساری خارجہ پالیسیاں اور فوجی قوت تحریک طالبان کے خلاف صرف ہو رہی ہے۔ ان کا جرم صرف خدا کی زمین پر خدا کا نظام جاری رکھنا قرار دیا جا رہا ہے اور اس لئے کہ یہ غازی و صحرائی پر اسرار بندے غلامی کو قبول نہیں کرتے بلکہ

انہیں محمد عربیؐ کی غلامی قبول ہے۔ یہی ان کی بنیادی ”بغاوت“ ہے امریکہ کی نظر میں۔ ان حالات میں عالم اسلام کو ایک بار پھر ہم دعوت دیتے ہیں کہ وہ حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنا سیکھے۔

آہ!! مسیحائے قوم و ہمدرد پاکستان کی المناک شہادت

گلشن وطن میں ”اپنوں“ اور غیروں نے مل کر جو آگ بھڑکائی تھی رفتہ رفتہ اس کے شعلوں میں ہر چیز سوختہ ہو کر خاکستر ہو گئی۔ پھول اور شاخ گل تو کب کے دھواں ہو گئے۔ اب تو باغبان اور چمن کے رکھوالے بھی اس کی زد میں آ گئے ہیں۔ ہماری مراد عابد و زاہد شخصیت ممتاز ماہر طب عظیم سکالر، محقق، دانشور نقاد، مورخ مسیحائے قوم اور ہمدرد پاکستان حافظ حکیم محمد سعید صاحبؒ جو کہ خود بھی عمر بھر اسلامی احکامات پر سختی سے پابند رہے اور سادگی کی مجسم تصویر تھے اور قوم کو بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی مسلسل تلقین فرماتے رہے۔ ہمدرد مطب سے اپنی خدمات کا آغاز کیا تھا اور رفتہ رفتہ پورے برصغیر میں آپکی خدمات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا اور ہزاروں کھوں افراد کو طیب نبویؐ سے فیض یاب کیا۔ حکیم صاحبؒ نے پاکستان کے اہم ترین دو مسائل تعلیم اور صحت عامہ پر تنہا اتنا کام کیا ہے جو کئی حکومتوں کی کارکردگیوں پر بھاری ہے۔ حکیم صاحبؒ نے مریضوں کی نبض کے ساتھ ساتھ ملک اور قوم کی نبض پر ہمیشہ ہاتھ رکھا تھا اور وقت فوقتاً ملی امراض کی تشخیص کے ساتھ ساتھ دوا کی تجویز اور دعا دونوں فرماتے رہے۔ عمر بھر سیاسی آلائشوں سے اپنا پاک دامن آلودہ نہیں کیا۔ تاہم ہمدرد پاکستان ہونے کے ناطے ہمیشہ اصلاح اور آواز اخلاق کو پھیلاتے رہے جاگو جگاؤ انکا ماٹو تھا یعنی علم حاصل کرو اور دوسروں کو پہنچاؤ ان کا منشور تھا۔ مدینۃ الحکمت کے نام سے انہوں نے کراچی سے باہر علم و حکمت کا ایک شہر بسا رکھا ہے ہمدرد یونیورسٹی کراچی اور اسلام آباد ملک و ملت کیلئے پندرہ خدمات انجام دے رہی ہیں۔ آپ کا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے خصوصی تعلق رہا اور حضرت شیخؒ کے خصوصی معالج بھی رہے کئی بار اکوڑہ خشک آکر گھر اور دارالعلوم میں حضرتؒ کی تشخیص کی خود بھی بڑے عالم اور فاضل تھے اور دین اور علم سے وابستہ لوگوں کے قدردان تھے۔ ماہنامہ ”الحق“ کے ساتھ گذشتہ ۳۳ سال سے ان کا ایک لازوال تعلق اور رشتہ قائم تھا اور ہمیشہ اس کیلئے خصوصی طور پر لکھتے رہے۔ راقم بھی اگر آج ان صفحات پر خامہ فرسائی کی جسارت کرتا ہے تو اس میں حکیم صاحبؒ کی تربیت کا کافی عمل دخل ہے وہ یوں کہ بچپن ہی سے حکیم صاحبؒ کا جاری کردہ بچوں کیلئے بلند پایہ اور مؤثر قریدہ ماہنامہ

”نوناہل“ باقاعدگی سے مطالعہ میں رہا۔ اسی وقت سے آپ کی تعلیمات، اقوال زرین اور آواز اخلاق کے مضامین ذہن میں رچ بس چکے ہیں۔ اس عظیم شخصیت کے عظیم الشان کارناموں اور لازوال خدمات کے صلہ میں چلیئے تو یہ تھا کہ ہم اس کو ایک قومی ہیرو کا درجہ دیتے لیکن آہ! ظالموں نے اس مسیحائے قوم اور ہمدرد پاکستان کو بھی نہیں بخشا۔ دہشت گردوں نے وہ شمع فروزاں بھی بجھادی جو اندھوں اور اندھیروں کے شہروں میں باوجود بادِ سموم کے اب تک جل رہی تھی۔

اس شہر بے چراغ میں تنہا دیا ہوں میں

اتنی اندھیری رات ہے اور۔ کچھ رہا ہوں میں

اب شاید ہی اس ملک اور خصوصاً کراچی کو ایسا گہرا آبدار اور درشاہوار نصیب ہوگا۔ تازہ اطلاعات کے مطابق حکیم صاحبؒ کے قتل میں متحدہ قومی موومنٹ پوری طرح ملوث ہے۔ نسل پرست جماعت ایم کیو ایم دین اور وطن دونوں کی بدترین دشمن ہے۔ شواہد اور گواہوں اور ملزمان کے اقرار کے بعد یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ایم کیو ایم نے حکیم محمد سعید شہیدؒ سے دو کروڑ بھتہ وصول کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ حکیم صاحب مرحوم نے ان غنڈوں اور دہشت گردوں کی غنڈہ گردی کو تسلیم نہیں کیا اور ان کے خلاف کئی اہم ثبوت بھی حکومت کو پیش کیے تھے جس کی بنا پر ان درندوں نے اس فرشتہ صفت انسان اور مسیحائے قوم کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ طرفہ تماشایہ کہ وزیراعظم صاحب ان قاتلوں اور غنڈوں کو باوجود شواہد کے اپنے اقتدار کو بچانے کیلئے ان کو اپنے حلیف بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اسی ایم کیو ایم نے کراچی کو ”شیشان گھاٹ“ بنادیا ہے۔ ملکی معیشت تباہی سے دوچار ہو گئی ہے۔ اب تک ہزاروں افراد کو نسلی اور معمولی اختلاف رائے کی بنا پر قتل کر دیا گیا۔ اس سے پہلے کلیر کے مدیر اعلیٰ جناب صلاح الدین شہید رچ لکھنے پر شہید کر دیئے گئے اور اسی طرح جامعۃ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے شیخ الحدیث و مہتمم اور وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختارؒ اور مولانا مفتی عبدالسمیعؒ کو انتہائی سفاکی سے قتل کیا گیا۔ اگر ان کے قاتلوں کو بروقت کڑی سزا دی جاتی اور ان کے نت نئے مطالبات تسلیم نہ کیے جاتے تو حکیم سعید شہید کی شہادت کا یہ المناک سانحہ پیش نہ آتا۔ ملک میں اب کسی کی بھی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہیں

ع کس کو آتی ہے مسیحائی کے آواز دوں ؟

جو چمگاریاں حکمرانوں نے سلگائی ہیں خود اسکے شعلوں کے لپیٹ میں کہیں ان کے نازک کاشالے نہ آجائیں۔

مولانا محمد عبداللہؒ کی شہادت

پاکستان کے دارالخلافت اسلام آباد میں چند دنوں سے اندر دو ممتاز علماء کرام کو شہید کر دیا گیا۔ تازہ ترین واقعہ میں ملک کے ممتاز عالم دین جامع فریدیہ کے مہتمم، رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین لال مسجد کے خطیب مولانا محمد عبداللہؒ کو، زیراعظم سیکرٹریٹ کے تھوڑے فاصلے پر دن دھاڑے خانہ خدا میں شہید کر دیا گیا۔ اس سے قبل علامہ شعب ندیمؒ اور علامہ حبیب الرحمنؒ کو گن مین سمیہ چند روز قبل بے دردی سے شہید کیا گیا تھا۔ اگر حکومت ان قاتلوں کو گرفتار کر لیتی اور ان کو بروقت سزا دی جاتی تو یہ دردناک سانحہ پیش نہ آتا۔ ملک میں منظم دہشت گردی ہو رہی ہے۔ علماء، دانشور اور حکومت کے اہم آفیسرز، ججز اور معماران قوم کو چن چن کر قتل کیا جا رہا ہے۔ لیکن حکومت خاموش ہے۔ ملک کا دارالخلافت تک محفوظ نہیں۔ دہشت گرد کسی بھی وقت کسی بھی جگہ کسی بھی شخص کو جس طرح چاہے اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنا سکتے ہیں۔ ایک وہ نظام خلافت راشدہؒ اور امیر المومنین حضرت عمرؓ تھا جسے دجلہ اور فرات کے کنارے بھوکے کتے کی بلاکت کا اندیشہ رہتا کہ عمرؓ سے اس کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ اور ایک ہمارے بدقسمت عہد کا "نظام خلافت راشدہؒ" اور جعلی "امیر المومنین" ہے جس کی رعیت فاقوں مر رہی ہے اور جسکے تحت اقتدار کے عین نیچے وارثان انبیاءؑ تہ تیغ کیے جا رہے ہیں۔ اور حکومت قس سے مس نہیں ہو رہی۔ ملک میں فرقہ واریت اور دہشت گردی کے ہم سب سے زیادہ مخالف ہیں۔ اسی سلسلہ میں مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی کوششوں سے اتحاد اور یک جہتی کی فضاء بنانے کیلئے ملی یک جہتی کونسل قائم کی گئی۔ لیکن حکومت نے سازش کے ذریعہ اسے بھی ختم کر دیا۔ حکومت مستقل طور پر ایک ہی دھڑے کے خلاف یک طرفہ کارروائی کر رہی ہے۔ اب تک سپاہ صحابہ کی تقریباً پوری قیادت کو ختم کر دیا گیا اور بچی بچی قیادت کئی سالوں سے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دی گئی ہے۔ کیونکہ دوسرا گروہ حکومت کا حلیف ہے۔ موجودہ حکومت لڑاؤ اور حکومت کمرھے کے فارموٹے پر عمل کر رہی ہے۔ لیکن کب تک وہ لاشوں کے سہارے اپنے گرتے ہوئے ایوان اقتدار کو سہارا دے سکے گی۔ ہم یہاں پر ملک کے سنجیدہ طبقہ کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ حکومت کی طرف نہ دیکھے اور دونوں مخالف دھڑوں کو ایک میز پر لا کر افہام و تفہیم کی کوئی صورت پیدا کرے کیونکہ ہمارا ملک اور قوم فرقہ واریت اور مزید تخریب کاری کا مقمل نہیں ہو سکتا۔ خدا را اس ملک اور ملت کا شیرازہ بکھرنے سے بچائیں۔ ملک و ملت کی پریشاں تسبیح کے دانوں کو سلک اتحاد میں یوئس اور یوڈو، منود و دیگر لادینی اور کفری طاقتوں کے مکروہ عزائم کو پیوند خاک کریں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد موسیٰ خان کا سانحہ ارتحال

ابھی حکیم محمد سعید شہیدؒ اور مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ کی شہادتوں کے غم سے سنہنکے نہ پائے تھے کہ لاہور سے ایک دوسری جگرپاش خبر نے نڈھال کر دیا۔ ملک کے ممتاز دینی ادارہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث عالم اسلام کی عظیم عالم و فاضل شخصیت بے شمار مختلف النوع موضوعات پر لکھنے والے درجنوں کتابوں کے مصنف ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو بعد المغرب اپنے خالق حقیقی سے جلتے۔ مولانا مرحوم موجودہ زمانے میں اپنے وقت کے یکتا اور منفرد عالم تھے جو علوم الہیہ کے ساتھ ساتھ دیگر کئی علوم و فنون بالخصوص علم فلکیات پر اتھارٹی کی حیثیت رکھتے تھے اور اس سلسلے میں تنہا کئی اکیڑھ بیسوں کا کام کر گئے۔ مولانا مرحوم علم شریعت کے ساتھ ساتھ جادۂ سلوک و احسان کے بھی راہی تھے۔ شریعت اور طریقت کے مجمع البحرین تھے۔ مولانا مرحوم کی وفات سے علم و فضل کی مسند ویران ہو گئی اور مدرسہ خانقاہ کی رونقیں ماند پڑ گئیں۔ روحانی اور باطنی جمال کے ساتھ اللہ نے آپ کو ملکوتی حسن سے بھی پے پناہ مالا مال کیا تھا۔ نفاست و نزاکت کا ایک حسین مرقع تھے، علمی تجربا یا تھا کہ ہم جسے طفلان مکتب اور بے بضاعت طالبان علم اس پر تبصرہ سے قاصر ہیں۔ مولانا مرحوم کئی برسوں سے جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث کے ممتاز مسند پر رونق افروز تھے۔ آپ نے اپنی عظیم زندگی کا بیشتر حصہ دارالعلوم حقانیہ میں گزارا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث کا دارالعلوم حقانیہ اور حضرت والد صاحب مدظلہ کے ساتھ خصوصی تخلصانہ تعلق قابل دید اور قابل رشک تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے سانحہ ارتحال پر نظم میں ”فتح الصمد“ کے عنوان سے ۱۷ عربی اشعار پر مشتمل ایک عظیم ادبی شہ پارہ قصیدہ لکھا ہے۔ جس میں ۶۴ اسمائے اسد (شیر) ہیں۔ اس سے آپ کی عربیت اور شاعری پر کامل قدرت کا پتہ چلتا ہے۔ گذشتہ سال مفکر اسلام حضرت مولانا حمید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی لاہور آمد کے موقع پر ان سے جامع اشرفیہ میں کئی ملاقاتیں ہوئیں انہوں نے اس ناکارہ کے متعلق نیک خواہشات اور محبت سے بھرپور جذبات کا اظہار فرمایا پھر خصوصاً اس خامکار کی نقوش خام (یعنی الحق کے مضامین و شذرات) اور ذوق پرواز

(سفرنامہ یورپ) کے بارے میں بڑی دیر تک اپنے احسانات کا اظہار فرماتے رہے۔ یہ انکی اصغر پروری، وسعت ظرف، ذرہ نوازی اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ کے خاندان کے ساتھ قلبی محبت اور تعلق کا ایک عکس جلیل ہے۔ اپریل ۱۹۹۸ء میں جب راقم کی پھوپھی اور والد محترم مدظلہ کی ہمشیرہ کا انتقال ہوا تو ان کی تعزیت کے سلسلہ میں حضرت والد صاحب مدظلہ کے نام یہ درج ذیل تعزیتی مکتوب ارسال فرمایا تمہ مجھے اس کا جواب والد صاحب مدظلہ کو دینا تھا کہ تعزیت

کرنے والے پر اب ہم سمیت تمام عالم اسلام تعزیت کنندہ ہے۔

جسکی ہر سطر اور ہر حرف سے خلوص و محبت کی خوشبو مہکتی ہے اس سے آپ کا حضرت شیخ الحدیثؒ کے خاندان اور حضرت والد صاحب مدظلہ کے ساتھ والمانہ لعلق کا اندازہ ہوتا ہے وہ مکتوب بطور تبرک یہ نذر قارئین ہے:

الاح في الله المحترم المكرم المفخم فضيلة الشيخ مولانا ولولانا سميع الحق زيد مجدهم السلام عليكم ورحمة الله وبركاته سسه اما بعد!

المرام اينكه جناب کی ہمشیرہ محترمہ کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر بڑا دکھ اور افسوس ہوا۔

(اناللہ وانا الیہ راجعون) اللہ عزوجل مرحومہ کی قبر کو ریاض الجنۃ بنائے اور اسے جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین) اور آپ حضرات کو اور جملہ پیمانہ گان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مستقبل میں ہمہ قسم آفات و بلا یا سے محفوظ رکھے۔ (آمین) طلبہ دورہ حدیث شریف سے آپ کا نام لیکر مرحومہ کی ایصال ثواب کیلئے کچھ تلاوت قرآن کروائی گئی اور مرحومہ کی مغفرت و درجات کی ترقی کئے مجموعی و اجتماعی طور پر دعا مانگی گئی۔ وفات کے ابتدائی ایام میں آپ سے فون پر کئی مرتبہ رابطہ کی کوشش کی گئی مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادے سے رابطہ ہو سکا۔ میرے کہنے پر پسر عبد الرحمن نے آپ کے بیٹے سے میری طرف سے گفتگو کی بسلسلہ تعزیت۔ اس سے بھی درخواست کی گئی تھی کہ وہ آپ تک میرا سلام و تعزیت پہنچائے۔ امید ہے کہ وہ پہنچا چکا ہوگا۔ فون پر گفتگو کو کافی سمجھتے ہوئے جلدی رسالہ تعزیت ارسال نہ کر سکا۔ امید ہے کہ تاخیر معاف فرمائیں گے آپ سے قلبی حب فی اللہ واللہ ہے۔ وقت فوقتاً دعا بھی آپ کے لئے اور بچوں کے لئے کرتا رہتا ہوں۔ آپ کی خدمات قومیہ دینیہ علمیہ بہت زیادہ ہیں آپ جیسے علماء کرام، صلحاء مخلصین، مجاہدین کی مجاہدانہ خدمات کی برکت سے چمنستان اسلام و گلستان علم سرسبز و شاداب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو باعافیت رکھے اور زیادہ سے زیادہ خدمات دینیہ و علمیہ کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین

آپ سے دعا کی درخواست ہے۔ والسلام: فقیر محمد موسیٰ عفی عنہ۔ جامعہ اشرفیہ، لاہور

کوسو میں خون مسلم کی ارزانی، یورپ اور عالم اسلام کی خاموشی

سرب درندوں کے ہاتھوں کچھ عرصہ پہلے یوسنیا میں خون مسلم سے ہولی کھیلی گئی اور جب اس پر ان درندوں کے خلاف یورپ، امریکہ اور عالم اسلام نے کوئی سنجیدہ ایکشن نہیں لیا تو انہوں نے گذشتہ

کئی ماہ سے کوسوو کے علاقہ میں البانوی نژاد مسلمانوں کے ساتھ وہی سابقہ چنگیزی روش شروع کی۔ اور اب تک کئی ہزار مسلم مردوزن اور معصوم چھوٹے بچے قتل کیے جا چکے ہیں۔ ”مذہب“ یورپ جو جانوروں اور کتوں کی معمولی تکلیف پر بھی چیخ اٹھتا ہے اپنے قلب میں واقع مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم پر خاموش ہے۔ کل بھی اس نے صرف زبانی جمع خرچ سے کام لیا تھا۔ آج بھی صرف اس کے اخباری بیانات آرہے ہیں۔ یورپ کی تنظیم نیٹو نے کئی بار سربوں کو صرف دکھاوے کیلئے فضائی حملوں کی دھمکی دی ہے اور کئی بار الٹی میٹم بھی دیا ہے لیکن وہ درندے جلنے ہیں کہ نیٹو اور امریکہ ہمارے خلاف کاروائی میں سنجیدہ نہیں۔ اس لیے ہی وہ ان دھمکیوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔ حال ہی میں انہوں نے امریکہ کے کہنے پر ایک معاہدہ کیا کہ کوسوو کے تین لاکھ باشندے جو پہاڑوں اور جنگلوں میں اپنے گھربار چھوڑ کر پناہ لینے پر مجبور ہیں اپنے گھروں کو واپس آجائینگے۔ معاہدہ کے دوسرے روز ہی اقوام متحدہ اور نیٹو کے مبصرین کی موجودگی میں درجنوں مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ اس ظلم اور معاہدے کی خلاف ورزی پر نیٹو اور امریکہ خاموش ہے۔ عراق میں بچے اداویات کی عدم فراہمی کی بناء پر روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں مر رہے ہیں ان پر دن بدن پابندیاں امریکہ اور اقوام متحدہ اس جرم میں بڑھا رہا ہے کہ وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہا ہے لیکن ادھر سرب درندوں سے کوئی باز پرس نہیں ہو رہی۔ ہمیں امریکہ اور یورپ سے کوئی امید نہیں کہ وہ کوئی سنجیدہ کوشش کریں۔ لیکن افسوس ہمیں عالم اسلام کی پراسرار خاموشی پر ہے کہ یہ کیوں بیکسی کا مزار بنا ہوا ہے؟ اس سے تو معاشی لحاظ سے بے حال روس بہتر ہے۔ جس نے نیٹو اور امریکہ کو دھمکی دی ہے کہ اگر اس نے سربوں پر حملہ کیا تو دوبارہ سرب جنگ شروع ہو جائیگی۔ لیکن عالم اسلام اور اسکی قیادت لگتا ہے کہ ”وفات“ ہو گئی جو اپنے تین لاکھ سے زائد بہنوں اور بھائیوں کی موت کا انتظار کر رہے ہیں جو یورپ کی شدید سردی اور بھوک سے مرنے والے ہیں۔ خداوند! تو ہی اپنے نام لیواؤں کا جو ظلمت کدہ یورپ میں تیرے نام کی لاج رکھے ہوئے ہیں اور جو تیرے دین اور تیری کتاب کی عظمت کی خاطر کٹ مرنے کو تیار بیٹھے ہیں، حفاظت فرما! آمین۔

اسرائیل اور فلسطین کا نیا معاہدہ کیا رنگ لائے گا

اسرائیل اور فلسطین کے درمیان امریکہ میں صدر کلنٹن کی موجودگی میں نوروز تک جاری رہنی والی مذاکرات پانچ نکاتی عبوری معاہدہ کی صورت میں اختتام پزیر ہوئے۔ اس معاہدے کی مطابق

(۱) اسرائیل فوری طور پر مغربی کنارے کا 13.1 فیصد علاقہ خالی کر دے گا۔ (۲) فلسطین اسرائیل کے خلاف ساری تشددانہ اور احتجاجی کارروائیاں روک لے گا۔ (۳) اسرائیل وہ اقدامات حقیقی طور پر کرے گا جن سے فلسطین کی خود مختاری کو عملی صورت ممکن ہو۔ (۴) اسرائیل فلسطین کے تین ہزار پانچ سو قیدیوں میں سے سات سو پچاس کو رہا کرے گا۔ (۵) تنظیم آزادی کو اپنے چارٹر سے اسرائیل اور یہودیوں کے خلاف تمام دفعات خذف کرنا ہونگی۔ اس معاہدہ کو حماس اور اسلامی جہاد تنظیم سمیت دیگر تمام جہادی و سیاسی تنظیموں نے مسترد کر دیا ہے۔ یہ قومیں اسرائیل کے ساتھ تعاون اور اشتراک کے عمل کے خلاف ہیں۔ اس لیے کہ انہیں یہودیوں کی تاریخی دغا بازی اور ماضی کے متعدد معاہدوں کا حال معلوم ہے۔ اسرائیل اور امریکہ نے کئی معاہدے اس سے پہلے بھی یا سرعرات کے ساتھ طے کیے ہیں۔ لیکن ہر معاہدہ اسرائیل کی ہٹ دھرمی کے باعث ناکام ہوا۔ موجودہ معاہدہ بھی بظاہر کچھ کچھ فلسطین کے حق میں معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی حماس اور دیگر آزادی فلسطین کیلئے جہادی تنظیموں کی انتھک جدوجہد اور لازوال قربانیوں کے باعث اسرائیل تھوڑا بہت پسپا ہوا ہے۔ ماضی کے تلخ تجربات اور صیہونی سازشوں کے نتیجہ میں موجودہ معاہدہ کیا رنگ لائے گا؟ ہم سمجھتے ہیں کہ اس معاہدہ سے مختلف جہادی تنظیموں کو آپس میں لڑایا جا رہا ہے۔ فلسطینیوں اور مسلمانوں کی اصل منزل القدس کی مکمل آزادی ہے اس سے کم کسی چیز پر نا تو فلسطینی راضی ہونگے اور نہ ہی عالم اسلام۔

امیر المومنین ملا محمد عمر کے چند انقلابی اقدامات

تحریک طالبان کے سربراہ امیر المومنین ملا محمد عمر طال اللہ عمرہ نے اپنی فراست مومنانہ سے دنیا کو اس وقت انگشت بدنداں کر دیا جب انہوں نے افغانستان میں ہزاروں سالہ پرانی روایات کو ایک اسلامی فرمان کے ذریعہ ختم کر دیا جس میں لڑائی جھگڑوں میں فیج رسم کے مطابق صلح کے طور پر مخالف کو عورتیں دجاتی تھیں اس طرح بیوہ کی شادی بھی وہاں عیب سمجھی جاتی تھی ان کی شادی پر ترغیب کیلئے بھی آپ نے احکامات جاری کئے ہیں نیز آپ نے عورتوں کے تمام تعلیمی ادارے از سر نو کھول دیے ہیں جس میں پردے کے اہتمام اور غیر محرم مردوں اور لڑکوں کے ساتھ اختلاط کے بغیر خواتین اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں گی۔ نیز ایران کے تمام جنگی مجرم بھی غیر سگالی کے طور پر رہا کر دیے گئے۔ ہم ان انقلابی اقدامات پر امیر المومنین اور تحریک طالبان کو مبارکباد دیتے ہیں۔

قسط نمبر ۱

مولانا محمد شہاب الدین ندوی صاحب

ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، بنگلور ۲۹

اسلام اور اکیسویں صدی: قاہرہ کانفرنس کی مفصل روداد

جدید چیلنجوں کے مقابلے کے لئے مسلمانان عالم متحد ہو جائیں

مصر کی اہمیت :- مصر وہ ملک ہے جس کی قرآن اور حدیث میں بہت زیادہ فضیلت آئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام حکمت میں اس کا خصوصی حیثیت سے تذکرہ کیا ہے اور ملک کا تعلق متعدد جلیل القدر انبیائے کرام سے ہونے کی بنا پر دینی و شرعی نقطہ نظر سے اس ملک کو انتہائی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ کا تعلق مصر ہی سے تھا۔ پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا لطفاً و ماویٰ بنا۔ قرآن میں ایک پوری سورۃ ”یوسف“ کے نام سے موسوم ہے جس میں ان کا قصہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ پھر اسی ملک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ جن کو فرعون کی ہدایت کیلئے مبعوث کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ جتنی تفصیل کے ساتھ قرآن میں موجود ہے اتنی تفصیل سے کسی دوسرے نبی کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس قصہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ۱۳۶ بار اور فرعون کا تذکرہ ۴۷ بار آیا، اور مصر کا ذکر صریح لفظوں میں ۵ اور غیر صریح لفظوں میں ۲۵ سے زیادہ بار آیا ہے۔ اگر ان تمام مقامات کو جمع کر کے ان کی تفسیر کی جائے تو اس سے ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر ظاہر ہے کہ مصر صرف تاریخی اعتبار ہی سے نہیں بلکہ دینی و شرعی نقطہ نظر سے بھی ایک انتہائی اہم ملک ہے، جس کا قرآن حکیم سے براہ راست تعلق ہے۔

علمی و فکری تحریکوں کا مرکز :- ان خصوصیات کے علاوہ مصر دنیائے عرب کا قلب و دماغ بھی ہے کیونکہ ہر قسم کی علمی و فکری، ثقافتی اور سیاسی تحریکیں یہیں سے برپا ہوتی ہیں، جن کا دنیائے عرب پر براہ راست اثر پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ علم و ادب کا بھی بہت بڑا مرکز ہے، جہاں سے دینی و اسلامی کتابیں بکثرت شائع ہوتی ہیں۔ نیز یہاں پر دنیائے اسلام کی سب سے قدیم اسلامی یونیورسٹی بھی ہے

جو جامع ازھر کے نام سے موسوم ہے، جس کو قائم ہوئے ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اور یہاں پر تعلیم حاصل کرنے کے لئے پوری دنیا سے طلبہ امداد کر آتے ہیں اور حکومت مصر بڑی فراخ دلی کے ساتھ بیرونی طلبہ کو اسکالرشپ دیتی ہے۔ چنانچہ خواہش مندوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے مصر بھیجنے کے سلسلے میں راقم سطور کو بھی سفارش کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

کانفرنس کا موضوع :- غرض راقم سطور کی ایک عرصے سے تمنا تھی کہ اس ملک کی زیارت کی جائے اور اسے قریب سے دیکھا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کا غیبی طور پر سامان پیدا کر دیا۔ مارچ ۱۹۸۸ء میں ہندوستان کے مصری سفارت خانے کے توسط سے وزارت الاوقاف مصر کا دعوت نامہ موصول ہوا، جس کے مطابق ۲-۵ جولائی ۱۹۸۸ء کو قاہرہ میں منعقد ہونے والی دسویں اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔ یہ کانفرنس اصلاً ”اسلامی امور کی مجلس اعلیٰ“

(المجلس الاعلى للشؤون الاسلامية) کی تنظیم کی جانب سے منعقد کی گئی تھی، جو وزارت الاوقاف کے ماتحت ہے۔ کانفرنس کا عنوان ”اسلام اور اکیسویں صدی“ (الاسلام والقرن الحادی والعشرون) تھا، جس کے حسب ذیل چار ثنوی موضوعات تھے:

۱۔ اسلام اور تمدنی ارتقاء (۲)۔ سیاسی میدان میں اسلامی کا عالمی موقف (۳)۔ اقتصادی میدان میں اسلام کا عالمی موقف (۴)۔ سائنسی ترقی کے میدان میں اسلامی کا عالمی موقف۔

پھر ان میں سے ہر عنوان کے تحت چار چار ذیلی عنوانات تھے، جن پر شرکائے کانفرنس کو مقالے لکھنے تھے اور ہدایات تھی کہ شرکاء اپنے پسندیدہ موضوع پر مقالہ ۱۵ مئی تک ادارہ مذکورہ کو بھیج دیں اور اس کی بھی صراحت تھی کہ مقالہ عربی یا انگریزی یا فرنچ میں ہو۔ راقم سطور نے اپنے لئے چوتھے عنوان کو منتخب کیا اور اپنا مقالہ عربی زبان میں تحریر کر کے اپریل ہی میں بھیج دیا، جس کا عنوان تھا: ”سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی اسلامی نقطہ نظر سے بہت ضروری ہے“۔ (التقدم في العلم والتكنولوجيا ضرورة ائيدة من منظور اسلامي)۔

کانفرنس کا بنیادی مقصد :- اس کانفرنس کے انعقاد کا بنیادی مقصد جیسا کہ حسب بالا عنوانوں سے ظاہر ہوتا ہے اسلام کو اکیسویں صدی میں لے جانے کے لئے نئے دور کے تقاضوں کے مطابق عالم اسلام کو اس کے لئے تیار کرنا ہے اور داخلی و خارجی خطرات اور چیلنجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بدلے ہوئے حالات میں اس کو متوازن و متحرک بنانا ہے۔ عالم اسلام چونکہ بقیہ دنیا کا ایک حصہ ہے اس لیے وہ بقیہ دنیا سے الگ تھلگ رہ کر زندگی گزار نہیں سکتا۔ کیونکہ آج ساری دنیا سائنس اور

ٹیکنالوجی میں عروج کی بدولت سمٹ کر ایک چھوٹے سے گاؤں کی طرح بن گئی ہے۔ لہذا اہل اسلام کو اس میدان میں پیش رفت کرتے ہوئے اپنا پارٹ ادا کرنا نہایت ضروری ہے، تاکہ وہ دیگر اقوام کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنے کے طور طریقے اپنا سکے۔ اس لئے اب یہ جائزہ لینا ضروری ہے کہ عالمی نقطہ نظر سے اسلام کی تمدن، سیاسی، اقتصادی اور سائنسی تعلیمات کیا ہیں اور وہ جدید اور بدلے ہوئے حالات میں ملت کی کس طرح رہنمائی کر سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اسلام ایک ابدی اور دائمی مذہب ہے جو قیامت تک ہر دور میں اہل اسلام کی رہبری کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لہذا موجودہ حالات میں اسلامی تعلیمات کی تطبیق عصری نقطہ نظر سے بہت ضروری ہے تاکہ اسلام کو زندہ اور ابدی مذہب ثابت کیا جاسکے اور اس پر قدامت و کھنگنی یا دقیانوسیت کا الزام عائد نہ ہو۔ اسی غرض سے تنظیم کانفرنس نے عالم اسلام کے علاوہ یورپ، امریکہ اور دیگر ممالک کے اسلامی مفکرین اور اسکالروں کو بھی اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی تھی۔ اور یہ کانفرنس گذشتہ ۱۰ سالوں سے مسلسل میلاد النبی صلعم کے موقع پر قاہرہ میں منعقد ہوتی آرہی ہے اور ہر سال ایک نیا موضوع رکھا جاتا ہے چنانچہ گذشتہ سال کانفرنس کا موضوع ”اسلام اور مغرب: باضی، حال اور مستقبل“ تھا اور اس سے پیوستہ سال اس کا موضوع ”اسلام اور تمدن کا مستقبل“ تھا۔

مصر کے لئے روانگی :- اس عظیم الشان اور بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے لئے یکم جولائی ۱۹۹۸ء کو دہلی سے روانگی طے تھی اور اس دوران مصری سفارت خانے کے علاوہ مصر کی مجلس اعلیٰ سے بھی رابطہ برابر قائم رہا۔ چنانچہ وسط جون میں اطلاع ملی کہ مجھے دلی پہنچ کر امارات (ہوائی سروس) کے دفتر سے میرے لئے مختص ہوائی جہاز کا ٹکٹ اور مصری سفارت خانے سے ویزا حاصل کر لینا چاہیے۔ لہذا راقم سطور ۲۸، جون کو دہلی پہنچا اور ۲۹ کو ٹکٹ اور ویزا دونوں چیزیں حاصل کر لیں۔ پھر ۳۰ جون اور یکم جولائی کی درمیانی رات کو اندر اگاندھی انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے میرا سفر براہ دہلی فلائٹ نمبر EK 703 کے ذریعے ساڑھے پانچ بجے (ایک گھنٹہ تاخیر سے) شروع ہوا اور ڈھائی گھنٹے کی اڑان کے بعد ہمارے جہاز نے دہلی انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر لینڈ کیا۔ اس وقت ہندوستانی وقت کے مطابق آٹھ بجکر دس منٹ ہو رہے تھے۔ یہاں سے ایک دوسرے طیارہ (طیران مصر فلائٹ نمبر MS 913) کے ذریعے دہلی کے وقت کے مطابق دوپہر تین بجے قاہرہ کے لئے روانگی طے تھی۔ دہلی کا وقت ہندوستانی وقت سے ڈیڑھ گھنٹہ پیچھے ہے۔ اس لئے دہلی ایئرپورٹ پر مجھے تقریباً ۹ گھنٹے رکنا پڑا۔ اس دوران ٹرانزٹ والوں کے لئے ناشتہ اور کھانا امارات والوں کی جانب سے مہیا کیا

گیا۔ دہلی میں آج کا درجہ حرارت ۳۴ ڈگری تھا۔ مگر ایئرپورٹ ایرکنڈیشن ہونے کی وجہ سے ہم پر باہر کی گرمی کا کوئی اثر نہ تھا۔

قاہرہ ایئرپورٹ پر :- مصر کی دید کے لئے دل بیتاب تھا اور صبر کی گھڑیاں طویل ہوتی جا رہی تھیں۔ انتظار کرتے کرتے بالآخر ہمارے طیارے (MS 913) نے وقت مقررہ سے کچھ تاخیر کے ساتھ عہرہ کے لئے اڑان بھری تو جان میں جان آئی اور جب طیارے نے ساڑھے تین گھنٹے کی مسافت طے کر کے قاہرہ ایئرپورٹ پر لینڈ کیا تو دل بلیوں اچھلنے لگا اور آتش شوق بھڑک اٹھی۔ سورج غروب ہونے میں ابھی کافی وقت تھا اور اس کی روپوشی کریمیں ماند پڑ چکی تھیں اور وہ ایک سرخ ٹکلی کی طرح افق پر اس طرح دکھائی پڑ رہا تھا گویا کہ اس کی ساری تپش ختم ہو چکی ہو اور اس میں کوئی دم خم باقی نہ رہ گیا ہو۔ قاہرہ کا وقت دہلی سے ایک گھنٹہ اور ہندوستانی وقت سے ڈھائی گھنٹے پیچھے ہے۔ قاہرہ میں آج کا درجہ حرارت ۳۴-۳۵ ڈگری سلیسیس رہا جو بنگلور سے زیادہ اور دہلی و دہلی سے بہت ہی کم تھا۔ اس کانفرنس میں شرکت کے لئے ہندوستان سے میرے علاوہ ڈاکٹر طاہر محمود بھی اسی طیارے سے سفر کر رہے تھے۔ موصوف دہلی یونیورسٹی کے شعبہ قانون کے پروفیسر اور ڈین ہونے کے علاوہ حکومت ہند کے اقلیتی کمیشن کے چیئرمین بھی ہیں۔ مگر ہم دونوں کی ملاقات قاہرہ ایئرپورٹ پہنچنے کے بعد ہی ہوئی اور ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ کیونکہ کئی سال پہلے موصوف سے بنگلور میں میری ملاقات ہو چکی تھی۔ قاہرہ ایئرپورٹ پر ہم دونوں کے استقبال کے لئے کانفرنس کے ایک عہدیدار کے علاوہ ہندوستانی سفارت خانہ برائے مصر کے قائم مقام سفیر جناب اشوک کمار بھی موجود تھے۔ ہم دونوں کو حکومت مصر کا معزز سہماں ہونے کی حیثیت سے فوراً ایک استقبالیہ کمرے میں بٹھا کر ہمارا سامان ڈھونڈھ نکالا گیا۔ اور اس کے لئے ہمیں کوئی زحمت نہ کرنی پڑی اور کسی قسم کے کسٹم سے بھی واسطہ نہ پڑا۔ اس دوران جناب اشوک کمار سے ہمارا تعارف ہوا اور میں نے انہیں اپنی بعض تازہ انگریزی کتابیں پیش کیں۔

قاہرہ کی ایک جھلک :- ایئرپورٹ میں داخلہ کے مقام پر ایک قرآنی آیت جلی حرفوں میں لکھی ہوئی تھی جس کا مفہوم یہ ہے: ”تم سب مصر میں اگر اللہ نے چاہا تو امن و امان کے ساتھ داخل ہو جاؤ“ (یوسف: ۹۹)۔ یہ بات حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اور بھائیوں سے کہی تھی، جب کہ وہ اپنے وطن کنعان (موجودہ فلسطین) کو خیر باد کہہ کر مصر کو وطن مانی بنانے کی غرض سے مصر چلے آئے تھے۔ یہاں سے ہمیں وزارت الاوقاف کی جانب سے مہیا کردہ ایک ایرکنڈیشن ہوٹل کار کے ذریعہ ہوٹل مارٹ (فندق مارلوت) لے جایا گیا، جو ایئرپورٹ سے آٹھ دس کلومیٹر دور دریائے

نیل کے کنارے ایک عالی شان فائو اسٹار ہوٹل ہے۔ جس سڑک سے ہمارا گزر ہوا وہ نہایت کشادہ دور وید اور صاف ستھری تھی۔ ہر طرف بلند و بالا عمارتوں کا ایک جال سا نظر آیا۔ راستے میں ہمیں عباسیہ (ایک مقام) قاہرہ ریلوے اسٹیشن اور ”میدان رمسیس“ وغیرہ دکھائی دیئے۔ یہاں پر چوک یا سرکل کو ”میدان“ کہا جاتا ہے اور رمسیس (RAMSES) فرعون کا نام ہے، جس کا ایک بڑا مجسمہ اسکے نام والے میدان میں نصب ہے اور یہ مقام قاہرہ کا قلب ہے جو دریائے نیل سے قریب ہے۔ دریائے نیل شہر کے بچوں بیچ واقع ہے اور دونوں کناروں کو ملانے کیلئے بہت سے پل موجود ہیں اور یہ علاقہ انتہائی خوبصورت اور قاہرہ کی جان ہے۔ دریائے نیل کے دونوں طرف بلند و بالا عالی شان فائو اسٹار ہوٹل واقع ہیں جو بیس بیس اور تیس تیس منزلوں پر مشتمل ہیں۔ ڈرائیور سے راستے بھر عربی زبان میں خوب باتیں ہوتی رہیں۔ اور ہم جن مقامات سے گزر رہے تھے وہ انکی تفصیل بتا رہا تھا۔ راستے میں اونکے اونکے میناروں والی متعدد عالی شان مسجدیں بھی نظر آئیں، جنہیں سے ایک عباسیہ علاقے کی مسجد النور بھی تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ یہاں کی سب سے زیادہ شاندار مسجد ہے۔ راستے بھر ہم کو بہت سے ادور فلانی بھی ملے جن پر ٹریفک اپنی پوری رفتار سے جاری تھی۔

ہوٹل مارٹھ میں :- غرض ہم راستے بھر شہر کے خوبصورت علاقوں سے گزرتے ہوئے اپنی منزل (ہوٹل مارٹھ) پہنچے۔ یہاں پر کانفرنس میں شریک ہونے والے بیرونی مندوبین کی چپل پھل نظر آئی۔ ہوٹل کا استقبال وسیع ہال اور برآمدہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا اور یہ پورا ماحول مغربی طرز کا لگ رہا تھا۔ مگر اس جگہ میں بعض مشرقی تہذیب کے نمائندے بھی نظر آئے جو بارش اور نورانی چہروں والے تھے۔ ان سے علیک سلیک اور باہمی تعارف ہوا۔ ان میں سے ایک اٹلی میں واقع ایک اسلامی تنظیم کے صدر مسٹر عبدالواحد اور دوسرے جنوبی آفریقہ کی جمعیت العلماء کے صدر جناب عباس علی جینا تھے۔ موخر الذکر خوش قسمتی سے میرے ندوہ کے معاصر بھی تھے، چنانچہ ۱۹۶۱ء میں ندوہ میں میرا اور ان کا ساتھ رہا۔ پھر وہ دیوبند چلے گئے۔ موصوف اردو اور انگریزی سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اور جو ہانس برگ (جنوبی آفریقہ) سے انگریزی میں ایک اخبار بھی نکالتے ہیں۔ ان سے مل کر طبیعت بہت مسرور ہوئی کہ پہلے ہی مرحلے میں ایک قدیم شناسا سے ملاقات ہو گئی۔ ہوٹل پہنچنے کے بعد ہمارا سامان ایکسپریس مشین کے ذریعہ چیک کر کے اندر پہنچایا گیا۔ پھر منتظمین کانفرنس نے ہمیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور تھوڑی سی کاروائی کے بعد مجھے کمرہ ۱۰۶۲ اور ڈاکٹر طاہر محمود کو ۱۱۳۷ الاٹ کیا گیا، جو بہت زیادہ پر تکلف اور جملہ لوازمات سے آراستہ تھے۔ مہمانوں کو رات کا کھانا ایک ہال میں کھلایا گیا۔ اس میں انواع و اقسام کے اور نہایت درجہ پر تکلف کھانے موجود تھے اور مہمانوں کو پوری طرح چھوٹ تھی کہ اپنے لئے جو چیز چاہے منتخب کر لیں۔ ایک طرف کھانے رکھے ہوئے تھے اور دوسری طرف میز کرسیاں

سجی ہوئی تھیں۔ ہوٹل کی دسویں منزل سے (جس میں راقم سطور کا کمرہ واقع تھا) دریائے نیل کا نظارہ دیکھنے کے قابل تھا جو روشنیوں میں نہایا ہوا ایک خوابناک منظر پیش کر رہا تھا۔ اس البیلے منظر کو دیکھ کر طبیعت مسحور ہو گئی اور میں خوابوں کی دنیا میں کھو گیا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا کہ میں الف لیلوی ماحول میں پہنچ گیا ہوں۔ مگر فوراً ہی متنبہ ہوا کہ یہ سب کچھ فانی دنیا کی چکاچوند اور پلاروں کی چاندنی ہے۔ جب یہ دنیا اجڑ جائے گی تو یہاں پر کچھ بھی باقی نہیں رہے گا، سوائے ذات باری تعالیٰ کے۔ (رحمان: ۲۶)۔ دریائے نیل وہ علاقہ ہے جہاں پر بیرونی سیاحوں کا ہجوم نظر آتا ہے۔ راتوں میں یہاں کا ماحول بڑا ہی سہانا اور دل فریب بن جاتا ہے، جو افسانوں کو جنم دیتا ہے۔ یہاں پر مصریوں کا دل دھڑکتا ہے اور زندگی مچلتی ہے۔ ہوٹل مارٹ سے متصل ایک وسیع اور آراستہ پیراستہ چمن میں ٹیبل کرسیاں سجی ہوئی دیکھیں، جہاں پر لوگ جھلملاتی روشنی میں بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔ یہاں پر ایک وقت کا کھانا کھانے کیلئے ساتھ مصری پاؤنڈ (تقریباً سات سو روپے) انی کس خرچ کرنے پڑتے ہیں۔

کانفرنس کا آغاز:- ہوٹل مارٹ (MARRIOT) ایک شاندار پانچ ستارہ ہوٹل ہے جو بیس منزل ہے۔ اور اس کے دوونگ ہیں، جن کے درمیان ایک عظیم الشان کانفرنس ہال ہے، جو تقریباً ۱۵۰ فٹ چوڑا ہے اور اتنا بڑا ہال بغیر ستونوں کے قائم ہے جو جدید انجینئرنگ کا ایک نمونہ ہے۔ ہال میں ایک طرف اسٹیج تھا جس کے سامنے یو (U) شکل میں مندوبین کے لئے ٹیبل کرسیاں سجائی گئی تھیں اور ہر مندوب کے سامنے متعلقہ ملک کا جھنڈا لہرا رہا تھا اور ساتھ ہی ایک مائیکروفون بھی رکھا ہوا تھا۔ تمام مندوبین کو حروف تہجی سے شروع ہونے والے پہلے حرف کی مناسبت سے بالترتیب بٹھایا گیا تھا۔ اور اس اعتبار سے سب سے پہلا ملک ”اشیویا“ (ایتھوپیا) اور سب سے آخری یوگوسلاویہ تھا۔ یوگوسلاویہ سے پہلے یمن اور اس سے متصل الہند یعنی ہندوستان تھا، جہاں پر میں اور ڈاکٹر طاہر محمود بیٹھے تھے۔

اس کانفرنس میں دنیا کے تقریباً تمام اہم ملکوں کو نمائندگی دی گئی تھی اور دنیائے اسلام کے علاوہ یورپ، امریکہ، افریقہ اور چین وغیرہ کے نمائندے بھی موجود تھے۔ کل ۲۲ ملکوں کے دسویں نمائندے شریک تھے، جن میں بیس مختلف ممالک کے وزراء بھی تھے۔ پورا ہال کچھ بھرا ہوا تھا اور بہت سے لوگوں کو (جو غالباً مقامی تھے) کھڑا ہونا پڑا تھا۔ اسٹیج پر صدر جلسہ ڈاکٹر محمود حمدی زقزوق، وزیر اوقاف مصر اور صدر مجلس اعلیٰ برائے امور اسلامی کے علاوہ شیخ الازھر ڈاکٹر محمد سعید ططاوی، سعودی عرب کے وزیر برائے امور اسلامی ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ الحسن ترکی، اسکندریہ کے پوپ باباشوہ ثالث اور دیگر کئی معززین براجمان تھے۔ ٹی وی کیمروں اور فوٹوگرافروں کی بھرمار تھی جو

مختلف زاویوں سے معزز مہمانوں کی تصویریں لے رہے تھے۔

کانفرنس کا افتتاحی جلسہ :- ۲ جولائی کی صبح بروز جمعرات مصری وقت کے مطابق ساڑھے نو بجے (ہندستانی ۱۲ بجے افتتاحی جلسے کا آغاز ایک مصری قاری کی قراءت سے ہوا۔ اس کے بعد مجلس اعلیٰ کے نائب صدر ڈاکٹر عبدالصبور مرزوق کی افتتاحی تقریر ہوئی، جس میں انہوں نے کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ آج ہم اکیسویں صدی کی دہلیز پر کھڑے ہیں اور آج سارا عالم سمٹ کر ایک عالمی قریہ بن گیا ہے جس میں چھوٹی چھوٹی قومیں منظر سے غائب ہوتی جا رہی ہیں اور بڑی طاقتوں کی اجارہ داری قائم ہو رہی ہے اور اس کا سب سے زیادہ اثر تیسری دنیا اور خاص کر مسلمانوں پر پڑا ہے۔ لہذا اس نئے منظر نامے میں اہل اسلام کا کیا رول ہونا چاہیے اور وہ اپنا وجود اور اپنی شناخت برقرار رکھنے کیلئے دوسری قوموں کے ساتھ کس طرح اور کس حد تک تعامل کر سکتے ہیں؟ یہ وقت کا سب سے اہم مسئلہ ہے اور یہ کانفرنس اسی مقصد کے لئے بلائی گئی ہے کہ ہم اپنے ماضی کا شعور رکھتے ہوئے ایک اچھے مستقبل کی تعمیر کس طرح کریں؟ واقعہ یہ ہے کہ مغربی استعمار نے انیسویں اور بیسویں صدی میں تیسری دنیا اور خاص کر اسلامی دنیا پر بہت زیادہ ظلم ڈھائے ہیں اور اس نے ہماری خام پیداوار اور قدرتی وسائل کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور ایشیائی و افریقی ممالک کو جی بھر کر لوٹا ہے۔ نیز یہاں کے لوگوں کو اپنے مفاد کے لئے سوائے کلرک اور خدام بنانے کے اور کچھ نہیں کیا ہے۔ حالانکہ اقوام متحدہ نے ۱۹۲۰ء میں استعماریت کے خاتمے کا اعلان کر دیا ہے۔ مگر اس کے باوجود استعمار ابھی تک رخصت نہیں ہوا ہے بلکہ اب وہ ثقافتی حملوں کے ذریعہ لوگوں کے افکار و عقائد پر چھایا ہوا ہے۔ عالمی پیمانے پر گرم اور سرد جنگ کے خاتمے اور سوویت یونین کے سقوط کے بعد اب مغرب اسلام کو اپنا ”سبز دشمن“ تصور کرتا ہے، جس نے بقول سابق امریکی صدر نلسن سوویت یونین کی جگہ لے لی ہے۔

آج ہم سوپر کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور ہمہ جہتی ”معلومات“ کے ایک انقلابی دور میں داخل ہو چکے ہیں، جو آج امن و سلامتی کی بشارت سن رہا ہے اور بلند آہنگی کے ساتھ انسانی حقوق اور سیاست و ثقافت کے درمیان مفاہمت کی بات کرتا ہے۔ اسی امید پر ہم نے گزشتہ سال ”اسلام اور مغرب“ کے موضوع پر کانفرنس بلائی تھی۔ آج ہم اکیسویں صدی کو دستک دے رہے ہیں، جب کہ حال یہ ہے کہ آج واقعتاً تہذیبوں کا مقابلہ چل رہا ہے۔ لہذا آج ہم کو نئے دور میں داخل ہونے کے لئے سب سے پہلے اپنے گھر کو درست کرنا ہوگا۔ پھر موجودہ دور کے تقاضوں کو سمجھ کر آگے بڑھنا ہوگا۔ کیونکہ حسب ارشاد الہی ”عزت اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کے لئے ہے۔“

وزیر اوقاف کی تقریر :- کانفرنس کے صدر ڈاکٹر حمدی زقزوق نے اپنی تقریر میں کہا کہ عالم اسلام ہماری دنیا ہی کا ایک حصہ ہے جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں، لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم نئی صدی میں داخل ہونے کی استعداد پیدا کریں تاکہ ہم عالمی اور مذہب قافلے سے پیچھے نہ رہیں اور یہ امر عمارے داخلی اور خارجی چیلنجوں پر قابو پانے کا مطالعہ کرتا ہے۔ چنانچہ آج ہماری ملت متعدد ملکوں میں بٹی ہوئی ہے جو ہمیں اقوام عالم کے ساتھ تعاون کرنے اور اپنی پس ماندگی کو دور کرنے میں ملے ہے۔ اس کے علاوہ بعض اسلامی ملکوں میں ناخواندگی کی کثرت اور دہشت پسندی بھی پائی جاتی ہے اور اس صورت حال کی بنا پر اسلام پر حرف آتا ہے۔ موصوف نے خارجی چیلنجوں کے بارے میں بتایا کہ بیسویں صدی کے نصف اخیر اور خاص کر آخری دہے میں بعض اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں جن میں سب سے اہم سابق سوویت یونین کا زوال اور ایک واحد سپر پاور کا ظہور ہے اور آج مغرب میں غیر مناسب طور پر یہ خوف پھیل گیا ہے کہ اسلام سوویت یونین کی جگہ لے چکا ہے۔ جو عالمی تہذیب کیلئے ایک خطرہ ہے۔ لہذا اب ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کیلئے ٹھوس اقدام کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ تہذیبی کش مکش کے بجائے تہذیبی تعاون کی راہ استوار ہو سکے اور عالم اسلام، عالمی ترقیوں کی راہ میں ہر سطح پر شریک ہو کر پوری دنیا کی بھلائی میں معاون بن سکے۔ انچہ یہ کانفرنس حسب ذیل چار بنیادی مسائل سے متعلق ہے: اسلام کا عالمی موقف تمدن، سیاست، اقتصاد اور سائنس کی ترقی کے بارے میں کیا ہونا چاہیے؟

شیخ الازہر کی تقریر :- جامع ازہر کے شیخ ڈاکٹر محمد سید طحاوی نے افتتاحی اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اکیسویں صدی میں اسلام اور علم دونوں کو ساتھ لے کر داخل ہوں گے۔ اسلام ہر دور میں علم، عدل اور زندگی کو ساتھ لے کر چلنے اور زندگی کے تمام میدانوں میں اپنی کارکردگی دکھانے کی تاکید کرتا ہے۔ آج دنیا سکرکر ایک چھوٹے سے شہر کی طرح بن گئی ہے۔ لہذا اسلام موجودہ دور میں ہر قسم کی ترقی کا خیر مقدم کرتا ہے جب تک کہ یہ ترقی انسانیت کی بھلائی کے لئے ہوتی رہے اور ایسی ترقی اسلام سے متضاد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسلام نے علم اور سائنس کی ترقی پر زور دیا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اس میدان میں ہر مفید کام میں دوسروں پر سبقت لے جانا چاہیے اور امت مسلمہ کو بیدار کرنے کے لئے اس کے درمیان پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنا چاہیے، تاکہ وہ اقوام عالم کی قیادت صحیح طور پر کرنے کے قابل بن سکے۔ موصوف نے آخر میں ایک قرآنی آیت (انفال: ۲۰) پیش کی جس کے مطابق مسلمانوں کے لئے طاقت کا حصول جنگی پیمانے پر ضروری ہے محمد حسنی مبارک کا پیغام :- جمہوریہ مصر کے صدر جناب حسنی مبارک نے اپنے پیغام میں۔

جسے وزیر اوقاف نے پڑھ کر سنایا۔ کہا کہ ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں جس میں مختلف ممالک ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہو کر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ موجودہ دور ایک ”عالمی گاؤں“ کی طرح ہے جو ایک دوسرے سے تعاون کے بغیر باقی نہیں رہ سکتا۔ عزت اور گوشہ نشینی کے لئے اس دور میں کوئی جگہ نہیں ہے ورنہ اس کا لازمی نتیجہ مصلح کا ضیاع ہوگا اور سائنسی معلومات سے فائدہ نہ اٹھانے کی بنا پر سراسر نقصان ہوگا۔ آج جب کہ پوری دنیا اکیسویں صدی میں جانے کی تیاری کر رہی ہے تو آج عالم اسلام کے سپوتوں کو، جو دنیا کی پوری آبادی کا پانچواں حصہ ہیں۔ چلیے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کریں۔ لہذا آج دنیا کے تمام مسلمانوں کو پورے عزم و استقلال کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے پر تکرکس لینی چاہیے اور خود کو سائنس اور ٹیکنالوجی سے مسلح کر کے حالات حاضر کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ لہذا ہم کو اپنے تمام باہمی اختلافات ترک کر کے ایک وسیع حکمت عملی کے ساتھ کام کرنا ضروری ہے تاکہ اس سے نئے دور میں عالم انسانی کا تحفظ ہو سکے اور ان مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے حسب ذیل اقدامات ضروری ہیں:

- (۱)۔ اسلامی گھر کو اندرونی طور پر نئے سرے سے آراستہ کرنا ہے۔
- (۲)۔ آج حقیقی قوت عسکری تیاری میں نہیں، بلکہ علمی (سائنسی) قوت کا حصول، منصوبہ بندی اور جدید ترین دریا فتوں سے استفادہ ہے۔
- (۳)۔ امت مسلمہ کو دھمکانے اور اسے معطل کرنے والی تمام طاقتوں پر قابو پانے کی ضرورت ہے
- (۴)۔ اسلام کے بارے میں داخلی اور خارجی طور پر پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے۔
- (۵)۔ اسلام صرف عقیدہ و شریعت کا نام نہیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ وہ اخلاق، تہذیب اور انسانی اقدار کا بھی مجموعہ ہے اور اسلام طلب علم کو ایک فریضہ قرار دیتا ہے جس کا مطلب صرف دینی علم نہیں بلکہ دنیوی علم بھی ہے۔ اسی علم کے ذریعہ انسان زمین پر خلیفہ بن کر اس کائنات کی ہر چیز کو مسخر کر سکتا ہے۔ لہذا آج دنیا کے سامنے اسلام کی حقیقی تصویر پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی غرض سے ”اسلامی امور کی مجلس اعلیٰ“ (المجلس الاعلیٰ للشؤون الاسلامیہ) نے گذشتہ دو کانفرنسیں: (۱) اسلام اور تہذیب کا مستقبل (۲) اسلام اور مغرب، کے موضوعات پر منعقد کی ہیں۔ چنانچہ اسلام اپنا ہاتھ پوری کشادہ اور پورے شعور کے ساتھ بڑھاتے ہوئے دنیا کی تمام قوموں کے ساتھ گفتگو اور تعاون کرنا چاہتے ہیں، تاکہ اس کے نتیجے میں پوری انسانیت کا بھلا اور امن و سلامتی کا دور دورہ ہو۔ اسی لئے یہ کانفرنس اپنے داخل کی طرف توجہ کرتے ہوئے مسلم قوموں سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنی طاقتوں اور اپنے وسائل کو عالم اسلام کے عروج اور اس کی ترقی کے لئے مجتمع

کریں۔ ہم نہ تو کسی خاص قومیت کے داعی ہیں اور نہ فرقہ بندی اور تفوق پسندی کی دعوت دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ ہمارا مقصد صرف منزل مقصود کی تحقیق و اثبات ہے تاکہ امت مسلمہ مثبت اور فعال طور پر ہماری اطراف کی دنیا اور اسکی مشکلات کو حل کرنے میں جٹ جائے اور وہ بلا استثناء تمام قوموں کی بہبود کے لئے کام کرے۔

مصر میں عیسائیوں کا احترام:- اس کانفرنس کے افتتاحی جلسے میں سعودی عرب کے وزیر برائے اسلامی امور ڈاکٹر عبداللہ عبدالرحمن ترکی اور اسکندریہ کے بطریق ”بابا شنودہ ثالث“ نے بھی خطاب کیا اور بعض اہم نکات پر روشنی ڈالی۔ مؤخر الذکر کو اس کانفرنس میں شرکت کے لئے خصوصی طور پر دعوت دی گئی تھی اور انہیں احترام کے ساتھ اسٹیج پر بٹھایا گیا تھا، تاکہ اس سے مغربی پروپیگنڈہ کا توڑ ہو سکے کہ مسلم ممالک میں عیسائی اقلیتیں محفوظ نہیں ہیں۔ واضح رہے مصر کی غالب اکثریت (نوے فیصد سے زیادہ) مسلمانوں پر مشتمل ہے اور صرف چند ہی صد عیسائی پائے جاتے ہیں۔ مگر انہیں پورے شہری حقوق حاصل ہیں۔ نیز یہ کہ عیسائیوں کا پرنس لائک الگ تحریری طور پر موجود ہے اور حکومت اس میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرتی۔ اس سلسلے میں تاریخی طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مسلم ادوار میں غیر مسلموں کے حقوق باقاعدہ اور منظور شدہ تھے، جن کی تفصیل فقہ قدیم ترین کتابوں میں بھی موجود ہے۔ (جاری ہے)



بقیہ ۲۹ سے کفر کے لیے اصل خطرہ

ان کو موقع مل جائے کہ وہ اسکی مخالفت کریں میں کہتا ہوں کہ قرآن و سنت کسی کی تائید کا محتاج نہیں اور پھر ان لوگوں کی تائید جو امانت، دیانت، شجاعت سے عاری ہیں۔ اسلام بل پاس ہونے سے نہیں آتا ہے بلکہ انقلاب سے آئے گا۔ پھر آپ کو میدان میں آنا پڑے گا۔ اور اسکے لئے فضائز بنانی ہوگی اور یہی بل جو جمہوری اسمبلی کا پاس شدہ ہو ہم ان ہی ممبران کے مقابلے میں اٹھائینگے اور ان کو کہیں گے کہ آپ جو کام کر رہے ہیں یہ غلط ہے اور آپ ہی کی آئین میں یہ لکھا ہے کہ قرآن و سنت ملک کا سریم لاء ہے۔ تو یہ پہلا انقلاب ہوگا جو اپنے ملک کے آئین کے ذریعے آئے گا۔ انہوں نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ سی بی بی ٹی پر دستخط موت کے پروانہ پر دستخط ہے۔ وہ اس لیے کہ ہمیں قرآن اسی پر دستخط کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

جناب جنرل (ر) حمید گل صاحب

کفر کیلئے اصل خطرہ۔ نظام مدارس

گذشتہ ماہ ۲ ستمبر ۱۹۹۸ء کو ایک ویو ہونٹل اسلام آباد میں جمعیت العلماء اسلام، اسلام آباد کے زیر اہتمام ”تائید طالبان کانفرنس“ منعقد ہوئی۔ جسکی صدارت جمعیت العلماء اسلام کے قائد حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمائی۔ یہ کانفرنس مقررین اور سامعین کے لحاظ سے ایک تاریخی کانفرنس تھی۔ اس میں ملک کی تمام دینی، سیاسی اور جہادی جماعتوں کے سربراہوں نے شرکت کی۔ جن میں مولانا عبدالستار خان نیازی صدر جمعیت العلماء پاکستان، سابق صدر آزاد کشمیر جناب سردار عبدالقیوم خان، جناب ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی پاکستان، مولانا محمد اکرم اعوان، امیر تنظیم الاخوان، مرزا جنرل اسلم بیگ سابق چیف آف آرمی سٹاف، افغان سفیر مولانا سعید الرحمان حقانی اور تحریک احتساب اور آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جناب جنرل حمید گل، حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے امیر مولانا محمد نبی محمدی، لمبیا کے سفیر محمد مصطفیٰ اٹھل اور مولانا نور محمد ایم این اے وغیرہ نے شرکت کی۔ تحریک احتساب کے چیئرمین جنرل حمید گل صاحب نے اس موقع پر مفصل اور مدلل خطاب فرمایا۔ جو طالبان اور نظام مدارس کے بارے میں انتہائی معلومات آفرین ہے، اسی لئے افادۂ عام کیلئے اس کا خلاصہ نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

(ابتدائی کلمات کے بعد) پہلی بات یہ کہ طالبان کون ہیں اور پھر یہ کہ ہمیں ان کی تائید کیوں کرنی چاہیے؟ تو پہلے میں اس موضوع پر بات کرونگا۔ کہ طالبان صدیوں سے موجود ہیں۔ یہ لوگ آج کی پیداوار نہیں ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو شہاب الدین غوریؒ کے ساتھ آئے تھے پھر محمود غزنویؒ اور احمد شاہ ابدالیؒ کے ساتھ یہی لوگ تمام معرکوں میں شریک رہے اور جب بھی اسی خطے میں بت پرستی کا دور دورہ ہوتا ہے تو یہ بت شکن وہاں سے اٹھتے ہیں اور ان بتوں کو توڑتے ہیں۔ طالبان دراصل نظام مدرسہ کے پیداوار ہیں وہی نظام مدرسہ جس سے آج مغرب لرزہ بر اندام ہے کہ اسکو کسی طریقہ سے برباد کیا جائے، ختم اور ناکام کیا جائے۔ ابھی تو چند جہاد کی یونیورسٹیاں ہیں جس میں اولین جہاد

کی یونیورسٹی دارالعلوم حقانیہ ہے جس کے بہت سے فضلاء طلباء اور نمائندے افغانستان میں موجود ہیں۔ اگر ان جہاد کی یونیورسٹیوں نے پورا اپنے آپ کو عیاں کر دیا جو پاکستان کے اندر پھیلے ہوئے مس اور انہوں نے اپنا رخ بدل دیا تو پھر امریکہ کیا پوری دنیا مقابلہ کیلئے آئے تو ان کا مقابلہ نہیں کیے گی۔ یہ نظام مدرسہ ہے کیا؟ یہ بات تاریخی طور پر درست ہے کہ جب اسلام کا ظہور ہوا تو اس وقت مسجدوں میں تعلیم دی جاتی تھی۔ باقاعدہ مدرسہ کا نظام نہیں تھا۔ سب سے پہلا مدرسہ خراساں میں قائم ہوا اور یہ نظام مدرسہ ہی کی وجہ ہے کہ وہاں پر بے شمار احادیث لکھی گئی ہیں خصوصاً صحاح ستہ وغیرہ وہ خراساں کے علاقہ میں لکھی گئی ہیں۔ یہاں جتنے صوفیائے کرام آئے ہیں جیسے داتا صاحب، چشتی، صاحب وغیرہ یہ کہاں سے آئے ہیں۔ تو یہ لوگ وہاں سے آئے ہیں یہ گردیزی یہ گیلانی یہ مغل یہ کہاں سے آئے افغانستان سے آئے۔ تو یہ ایک عجیب لازوال رشتہ ہے یہ تہذیبوں کا بھی رشتہ ہے، دین کا بھی رشتہ ہے۔ زمین کا بھی رشتہ ہے آپ دیکھتے ہیں ہوائیں، پرندے، دریا وہاں سے آتے ہیں۔ نظریات وہاں سے آتے ہیں۔ طالبان وہاں سے آتے ہیں۔ یہی طالبان نظام مدرسہ کے پیداوار ہیں۔ نظام مدرسہ کیا دیتا ہے؟ ایک تو مفت تعلیم دیتا ہے۔ انگریز اور امریکہ سمجھ گیا ہے کہ یہی نظام مدرسہ ہمارا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اور یہ ہمارا اصل دشمن ہے اور یہ اس پر حملہ کرینگے اور پھر ہماری حکومت سے کروائینگے۔ اور ہماری حکومت اس کے لئے فضاء بنا رہی ہے۔ اور ہمیں اس کا مقابلہ کرنا ہے کیونکہ نظام مدرسہ ہمارا اصل اثا ہے۔ نظام مدرسہ آدمی کو بصیرت دیتا ہے دانش دیتا ہے۔ آپ طالبان کو دیکھیں ہمارے حکمران وہ باتیں نہیں کر سکتے جو طالبان کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سٹوڈنٹس ہیں۔ انہوں نے کس طرح نظام حکومت سنبھالا ہے۔ دعوت و جہاد کے برابر عمل کے ذریعے یعنی دعوت بھی دیتے ہیں اور جہاد بھی لہذا ان کو تائید حاصل ہوگئی۔ طالبان نے افغانستان میں دعوت اور جہاد سے تمام تر فتوحات کیں۔ امریکہ اور دیگر لوگوں کا یہ الزام بے بنیاد ہے کہ طالبان کے ساتھ پاکستان مدد کرتا ہے۔ بھائی پاکستانی فوج کی مدد ہم تسلیم کرینگے لیکن اس وقت کہ وہاں جنگ ہوئی ہو لیکن وہاں تو جنگ ہی نہیں ہوئی وہ تو دعوت اور جہاد کے کمینیشن نے یہ انقلاب رونما کیا کہ وہ دعوت دیتے ہیں۔ اور قوم کی طرف سے پذیرائی ہوتی ہے یہ ہے دانش یہ ہے حکمت کہ جنگ کے بغیر آپ فتح حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی ہے فتح مبین، فتح مکہ کی تاریخ جیسے طالبان نے کر کے دکھایا۔ یہ وہی بوریا نشین خاک نشین پھٹے کپڑوں کو پہننے والے لوگ ہیں جو اب رونما ہوتے ہیں۔ روس جب افغانستان میں داخل ہوا تو قوم کے ایک گمراہ حصہ نے اسکی حمایت کی لیکن پھر مدرسہ اور نظام مدرسہ والوں نے یکجا ہو کر اس کا اختتام کر دیا۔ یہ مدرسے صرف وہاں افغانستان میں نہیں ہیں بلکہ

زیادہ مدرسے پاکستان میں ہیں اور اب یہ اٹھتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں استاد اور شاگرد اکٹھے ہو کر۔ استاد کون ہے؟ استاد مولوی محمد نبی محمدی ہے۔ استاد یونس خالص ہے۔ استاد پروفیسر سیاف ہے۔ یہ سارے استاد لیکن ان کے ساتھ انکے سٹوڈنٹس بھی ہیں اور یہ مل کر کفر کیساتھ جنگ لڑتے ہیں۔ میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں کہ ایک یہودی افغانستان فلم بندی کیلئے آئے۔ امریکہ کا سی بی ایس ٹیلی ویژن ہے تو وہ آئے فلم بنانے کیلئے۔ اس کا ایک مشہور آدمی ہے اس کا نام ہے ہیلری کنن۔ تو وہ فلم بنارہا تھا افغانستان کے اندر، اس نے ایک چھوٹے بچے کو دیکھا جس کے پاس بندوق تھی اور بندوق اس کے قد سے لمبی تھی۔ تو اس نے اسے بلایا اور اسے کہا کہ اس سے پوچھو کہ یہ کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا میں جہاد کر رہا ہوں۔ تو اس نے کہا کہ پوچھو کہ یہ جہاد کیوں کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا میں اس لئے جہاد کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے دین کیلئے اور وطن کو آزاد کرنے کیلئے۔ تو وہ صحافی بہت گھبرایا اور کہا کہ دیکھو ایک نو سال کے بچے کے ذہن میں ایک وضاحت ہے اور یہ ہے دین کا علم جو مدرسہ دیتا ہے۔ وہ کیا کہہ رہا ہے یہ چیزوں کی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ اس کو علم اور انفارمیشن کی ضرورت نہیں، خبر کی ضرورت نہیں، لہذا یہ وہ معجزہ جو رونما ہوتا ہے۔ جس سے جہاد مکمل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت کے ذریعے سے جہاد و مسلمان افغانستان میں بیدار ہوتا ہے۔ وہ جہاد جو ۱۹۸۲ء میں جو بالکل اپنی آخری حدوں کو پہنچ گیا تھا۔ جب اندلس میں سے ہم ذلیل و خوار ہو کر نکلے تھے۔ تو کیا ہوا تھا۔ جہاد ختم ہوا تھا یعنی ہماری آخری قربانی جنگ جو لڑی وہ ۱۱۹۲ء میں لڑی گئی۔ تو پھر شہاب الدین غوریؒ تشریف لائے وہ اسی ۱۱۹۲ء میں یہاں تشریف لائے۔ تو ۱۹۹۲ء میں جب مجاہدین افغانستان جاتے ہیں تو پھر جہاد کامیاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے روس کو شکست دے کر جہاد کامیاب ہوتا ہے۔ اب جناب سازشیں شروع ہوتی ہیں اور اقتدار کی کھمش میں اس کو ڈال کر جو استاد تھے وہ بیڈ کریڈٹ ہو جاتے ہیں۔ طالبان اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، سٹوڈنٹس ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

ع حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم لگائی سے

تو وہ اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور واپس مدارس کو چلے جاتے ہیں۔ کچھ طالبان اور مجاہدین جو تھے وہ تھوڑی سی بلاچ میں آگئے۔ یا وہ حق نہ دیکھ سکے کسی وجہ سے وہ ان استادوں کے ساتھ رہ گئے۔ پھر یہ طالبان اٹھتے ہیں دین کیلئے، حق کیلئے، جہاد کے ثمرات کو سمیٹنے کیلئے، جس چیز کیلئے انہوں نے قربانی دی اس چیز کیلئے اٹھتے ہیں تو پھر وہ سامنے والے طالبان جو ہیں وہ حقیقت جان جاتے ہیں اور انکے ساتھ

مل جاتے ہیں۔ اس طریقے سے طالبان کامیاب ہو رہے ہیں۔ طالبان دعوت اور جہاد کے Combination سے کامیاب ہوئے۔ اور مدرسے کی نظام سے۔ اس پر میں کافی گفتگو کر سکتا ہوں مگر وقت کم ہے۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہمیں اس کی تائید کیوں کرنی چاہیے؟۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں آپ سب سے یہ پوچھتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب اور مولانا اکرم اعوان کی موجودگی میں کہ کیا طالبان ترقی پسند ہیں یا جارحیت پسند؟۔ یہی اصل سوال ہے۔ ترقی پسند کون ہوتا ہے جو کہ ایک جاری نظام کے سامنے جدوجہد کرتا ہے کیا وہی ترقی پسند نہیں۔ جس وقت کمیونزم اور سوشلزم آیا تھا تو ترقی پسندی کا مفہوم کیا تھا؟ کیا یہ نہیں تھا کہ وہ جاری نظام یعنی کپٹیل ازم، ایمپریل ازم استعمار کے خلاف نبرد آزما ہو۔ لہذا وہ ترقی پسند تھا۔ تو اب اگر وہ کپٹیل ازم اور ایمپریل ازم پھر اپنی نئی آب و تاب کے ساتھ موجود ہے دنیا میں تو اس کے مقابلے میں کون ہے۔ اسلام ہی ہے۔ ترقی پسندی کیا چیز ہے؟ آج اسلام کے عملی طور پر ملانے والے نفاذ کرنے والے طالبان ہیں تو طالبان کون ہیں یہ ترقی پسند ہیں یہ انٹی ایمپریل ازم استعمار کے خلاف ہیں۔ یہ اس کی علامت ہے۔ اس لیے ہی استعمار ان کے خلاف ہیں اور استعمار ان پر حملہ کر رہا ہے۔ امریکہ کو یہی کرنا چاہیے وہ خوفزدہ ہیں۔ اور اس کا خوف ہونا بھی چاہیے۔ اصل بات یہ ہے کہ پوری دنیا کے نظام ختم ہو چکے ہیں خواہ کپٹیل ازم ہو، ایمپریل ازم، مارکس ازم۔ اب یہ ہمارے دست بستہ کھڑے ہیں اور اس کو چیلنج کرنے والی قوت اسلام ہے اور اسلام کی عملی علامت جہاد اور دعوت ہے اور وہ کمال پیدا ہو رہی ہے افغانستان سے ہو رہی ہے لہذا ہم پر لازم ہے کہ ہم اسکی مدد کریں۔ دوسری بات ہے کہ ہم کیوں تائید کریں آپ موازنہ کر لیں جب روس افغانستان میں صادر ہوا۔ تو اس وقت کی حکومت کے صدر بیرک کارمل نے اسے دعوت دی۔ بیرک کارمل کی حکومت کو ہم نے تسلیم نہیں کیا۔ جرنل ضیاء الحق صاحب نے کہا کہ ہم ریگنناؤڈ نہیں کر سکتے۔ تو جب جارحیت کی، روس نے افغانستان کے خلاف ہوئی تو ہمارا رویہ کیا تھا۔ ہم ڈٹ گئے اس وقت امریکی امداد نہیں آئی تھی۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک سال تک کوئی امداد نہیں آئی تھی۔ کھاناؤں کے ساتھ، لاشیوں کے ساتھ انہوں نے جہاد کیا۔ پاکستان نے اس کی مدد کی۔ پاکستان نے کہا کہ یہ ہمارا فرض بنتا ہے۔ جارحیت کا نشانہ بنا ہے ہمارا پڑوسی اسلامی ملک تو آج جسکی حکومت کو ہم ریگنناؤڈ کرتے ہیں۔ طالبان کی حکومت کو ہم تسلیم کر چکے ہیں اور انہوں نے کسی کے خلاف جارحیت بھی نہیں کی۔ کسی کے ساتھ ظلم بھی نہیں کیا۔ صرف اپنے ملک کو سنوارنے کیلئے لڑتے ہیں۔ اس کو بکجا رکھنے کی بات کر رہے ہیں۔ تو آج امریکہ نے جارحیت کی اس کے خلاف۔ اگر امریکہ نے آج جارحیت کی ہے تو ہمارے رویے مختلف کیوں

ہیں؟۔ آج ہم امریکہ کے خلاف کیوں نہیں کہتے کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو آج ہمارا امریکہ کے بارے میں وہ رویہ کیوں نہیں جو ہم نے روس کے بارے میں اپنایا تھا۔ اس لئے کہ حکمران امریکہ کے پھٹو اور اسی اشیر باد کے غنڈے ہیں اور پھر امریکہ نے صرف یہی نہیں کیا کہ ہمارے پڑوسی ملک کے اندر ایک اسلامی ملک کے اندر جو کہ اپنے معاملات کو سنوارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے خلاف جارحیت کی بلکہ پاکستان کے فضائی حدود اور سمندری حدود کی بھی خلاف ورزی کی۔ اس نے ہماری حمیت کو بھی للکارا ہے، مگر یہ راز آخر کھل گیا سارے زمانے پر۔

حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

آج ہم حمیت دین میں پیچھے ہو گئے ہیں۔ ہم سے مراد قوم نہیں ہے۔ پاکستانی قوم تو الحمد للہ کبھی بھی پیچھے نہیں ہوئی بلکہ ہمارے حکمران حمیت دین سے بالکل نا آشنا ہیں۔ ان کو پتہ بھی نہیں کہ غیرت دین کیا ہوا کرتی ہے۔ جس طرح ابلیس گھبراتا ہے۔ اس طرح ایک ابلیس ان کے شوریٰ کے اندر کھڑا ہوا اور کہتا ہے کہ افغانیوں کے غیرت دین کا ہے یہ علاج۔ ملا کو اس کے کوہ دامن سے نکال دو یعنی مدرسے کا نظام ختم کر دو۔ ملا کو نکال دو۔ پھر غیرت دین ختم ہو جائیگی تو پھر سب کچھ ختم جائیگا۔ قویں کبھی بھی بھوک سے نہیں مرا کرتی ہیں۔ یہ بے غیرتی سے مرا کرتی ہیں اور دیکھ بھی لیا آپ بنے کہ افغانستان میں بھوک سے کوئی نہیں مرا، جازوں سے نہیں مرا، بمباروں سے نہیں مرا اور اب یہ کروڑ میزائلوں سے بھی مرے گا۔ لیکن اگر غیرت دین ختم ہوئی تو پھر سب کچھ ختم ہو جائیگا۔ طالبان کی ایک اور وجہ کہ ہمیں کیوں تائید کرنی چاہیے۔ بھائی انہوں نے کیا بگاڑا ہے ہمارا۔ پندرہ سو کلومیٹر باڈر ہے ہمارا ان کے ساتھ ایک ہزار کلومیٹر ایران کے ساتھ ہے۔ چھ سو کلومیٹر ترکمانستان کے ساتھ ہے۔ تاجکستان، ازبکستان اور چین کے ساتھ بھی ملا ہے تو پھر آپ بتائیں کہ چار سال سے یہ لوگ موجود ہیں ہمارے بارڈر کے اوپر تو کیا انہوں نے ہمارے لئے کوئی مشکل پیدا کی تو وہ ملا رکشی جو تھا وہ پاکستانیوں کو لے جاتا تھا پکڑ کر۔ چینیوں کو بھی لے جاتا تھا۔ کیا طالبان نے کوئی گڑبڑ کی، ایران کے ساتھ کوئی گڑبڑ کی، ترکمانستان کے ساتھ کوئی گڑبڑ کی۔ نہیں کسی سے نہیں کی تو پھر جب کوئی گڑبڑ نہیں کی تو پھر کیوں ڈرتے ہو ترکمانستان تو نہیں ڈرتا۔ تاجکستان کو بڑی تکلیف ہے۔ ازبکستان کو بڑی تکلیف ہے۔ ایران بڑا پریشان ہو رہا ہے۔ بھائی بتاؤ کہ انہوں نے بگاڑا کیا ہے تمہارا۔ لیکن چار سال سے وہ ایران کے باڈر کے ساتھ رہے ہیں کیا یہ اس امتحان میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اگر ہوئے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے ماضی کے رویے سے ان کا مستقبل کا رویہ مختلف ہوگا۔ بات

یہ ہے کہ ان کو افغان قوم کی تائید حاصل ہے۔ کیوں کہ انہوں نے کارنامے بہت انجام دیے ہیں۔ بہت ملکوں نے شکایت کیے۔ وہ مجھے کہتے ہیں کہ یہ انہوں نے کر دیا وہ کر دیا۔ میں نے کہا کہ اس سے خفہ مت ہو اور نہ طالبان سے خفہ ہو۔ خفہ ہو ان گھوڑوں سے جس پر آپ نے شرطیں لگائی تھیں وہ بھاگے نہیں۔ اور جو مال آپ نے ان کو کھلایا تھا وہ انہوں نے طالبان کے حوالے کر دیا۔ اصل میں لوگ افغان قوم کو نہیں سمجھتے ان کی مزاج کو نہیں سمجھتے۔ یہ بڑے عجیب و غریب لوگ ہیں۔ میں نے بہت سے لوگوں سے کہا کہ تم افغانستان کو تقسیم کرنا چاہتے ہو۔ تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم کو کوئی ایک افغانی ایسا ملا ہے جو کہتا ہے کہ افغانستان تقسیم ہو جائے تو کہتے ہیں نہیں۔ میں نے کہا کہ کوئی ایسا افغانی ملا ہے جو کہتا ہے کہ ہمیں اسلامی نظام نہیں چاہیے تو کہا نہیں۔ تو پھر میں نے کہا کہ تم اس کے اوپر کیوں مسلط کرتے ہوئے اپنے نظام کو۔ تم تو فنڈ منٹلسٹ ہو۔ اصل فنڈ منٹلسٹی یہ ہے کہ اپنی مرضی کو دوسروں کے اوپر مسلط کرنا چاہے۔ تو تم اپنی مرضی کو دوسری قوم کے اوپر مسلط کرنے چاہتے ہو۔ اور یہ نہیں مانیں گے یہ افغان قوم عین چیزیں کرتے ہیں۔ یہ بیک وقت لڑ رہے ہوتے ہیں۔ تجارت کر رہے ہوتے ہیں اور مذاکرات کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ لازمی تین چیزیں ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ دعوت اور جہاد جو بیک وقت جاری رہتا ہے اور تجارت بھی جاری رہتی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ بہت سے لڑائیاں ہوتی ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے تمام کام بھی جاری رکھتے ہیں۔ اصل میں بات یہ ہے کہ دنیا کے بیشتر ممالک اور خصوصاً ہمارے علاقے میں غلامی ہمیشہ رہی ہے اور افغانستان نے ہمیشہ آزادی دیکھی ہے اور غلامی دیکھی نہیں۔ لہذا ان کی سوچ ہمیشہ ہم سے مختلف ہے اور ہم ان کو سمجھ نہیں پاتے اور نہ ارد گرد جو ہمسایہ ممالک ہیں وہ سمجھ پاتے ہیں۔ اور ایک اور وجہ بھی ہے۔ پاکستان کے مسائل کیا ہیں۔ افغان سرحد کا مسئلہ ہے ہمارا۔ بلجھتی ہمارا مسئلہ ہے۔ اتحاد ہمارا مسئلہ ہے۔ نا انصافی ہمارا مسئلہ ہے۔ بدگماش لیڈر شپ ہمارا مسئلہ ہے۔ کرپٹ لیڈر شپ ہمارا مسئلہ ہے۔ کیا طالبان نے یہ مسئلے حل نہیں کر دیئے۔ وہ امن بھی لے آئیں ہیں۔ انہوں نے متحد بھی کر دیا قوم کو جس کے اوپر پوری دنیا لگی ہوئی تھی کہ وہ اس کو مگر بڑا کر دے اور جہاں انہوں نے وہ اسلام جو ہماری آئین کے اندر ہے ہماری روح کا مسئلہ ہے۔ کیا انہوں نے اسکو قائم نہیں کر دیا تو کیا پھر ہمارا فرض نہیں بنتا ہے کہ جس نے وہ کام کیا جو ہم کرنا چاہتے ہیں ہم اس کی تائید کریں اور کیا یہ درست نہیں ہے کہ ذرا صل یہ معجزہ ہے نفاذ شریعت کا۔ اتنی جلدی امن کیسے آسکتا ہے۔ امن صرف اس وقت آتا ہے جب انصاف ہو اور حکمران باکردار ہو۔ یہاں پاکستان میں نفاذ شریعت میں ڈنڈی ماری گئی اور کسی ڈنڈماری گئی کہ اس کو نفع مل گیا۔ ۲۳۹ کو یعنی جو اسلام سے مخالف لوگ ہیں (باقی صفحہ ۲۸)

مرحب :- مولانا عبدالغنی صاحب (بہاولپور)

حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کی عظمت عظمت والوں کی نظر میں

حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ برصغیر کے اہم علماء کرام (المتوفی ۱۳۰۳ھ - ۱۹۸۳ء) میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ آپ خاتم الحدیث شیخ العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ (المتوفی ۱۳۵۲ھ - ۱۹۳۲ء) کے خاص شاگرد تھے جن کے متعلق حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا (اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ تاریخ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے)۔ حضرت علامہ سید شمس الحق افغانیؒ، حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشیدی نہ تھے بلکہ ان کی وفات کے بعد ان کے قائم کردہ ادارہ (جامعہ اسلامیہ ڈاھیل) میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے ان کے مسند نشین بھی رہے اور اس عظیم منصب پر حضرت افغانیؒ کو ان کے استاد شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا شیر احمد عثمانیؒ (۱۳۹۹ھ - ۱۹۳۹ء) نے فائز فرمایا تھا۔

نام و نسب :- حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ سید جلال الدین حیدرؒ کی اولاد سے ہیں جن کا سلسلہ اعجاز الحق قدوسی کی کتاب (صوفیاء پنجاب) کے ص ۵۵۱ پر درج ہے۔ نسب یہ ہے۔ سید شمس الحق ابن سید غلام حیدر ابن سید عالم خان ابن سید سعد اللہ خان رحمۃ اللہ علیہم جمعین۔ آپؒ کے والد حضرت سید غلام حیدر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے ۱۰۹ سال عمر پائی۔ آپ کے پردادا حضرت مولانا سید سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید احمد بریلی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے اور بالا کوٹ کے مشہور معرکہ میں انہوں نے شہادت پائی۔

تحصیل علم :- سب سے پہلے اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا سید غلام حیدرؒ سے ابتدائی اور وسطانی کتب کی تکمیل کی۔ اس کے بعد سرحد اور افغانستان کے مشاہیر علماء کرام سے تمام علوم و فنون نقلیہ و عقلیہ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں، منبع علوم و معارف دارالعلوم دیوبند میں امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سے دورہ مدیث کی تکمیل کی۔

تدریس :- آپؒ کا مدرسی سلسلہ خاصہ وسیع ہے جسے انتہائی مختصر تحریر کرتا ہوں۔

(۱) حصول تعلیم کے فارغ ہونے کے ساتھ ہی آپ کو دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات سرانجام دینے پر مامور کیا گیا۔ (۱) بحیثیت شیخ التفسیر علوم قرآنی کی تعلیم دیتے رہے۔ (۱) بعد ازاں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے کام کیا۔ (۱) سندھ کے علاقے میں کافی عرصہ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

تبلیغ و مناظرہ :- ابھی آپؒ دیوبند میں تعلیم حاصل کرتے تھے کہ آپ کو مناظرہ اور تبلیغی خدمات سونپ دی گئیں۔ آپؒ نے وعظ و نصح اور مناظروں کے ذریعے ہر باطل تحریک کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کچل کر رکھ دیا۔ خصوصاً شردمانند کی مشہور شدہ تحریک کو اس طرح نیست و نابود کیا کہ اس کا نام تک باقی نہ رہا۔ دارالعلوم دیوبند کے علماء کرام نے آپ کی قیادت میں علماء کرام کا وفد شدہ تحریک سے نمٹنے کیلئے روانہ کیا۔ آپؒ نے متعدد مناظروں میں اس تحریک کے سرکردہ پنڈتوں کو بری طرح شکست دی اور ماشاء اللہ کافی تعداد میں ہندو حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ کچھ پنڈت بھی مسلمان ہوئے۔ (ہمارے ہاں بہاولپور میں ایک بزرگ حاجی محمد قاسم صاحب مدظلہ بقیہ حیات ہیں جو مناظروں کا آنکھ دیکھا حال سنایا کرتے ہیں۔

بیعت و ارشاد :- آپؒ عین سلسلوں میں بیعت و ارشاد کے مجاز تھے۔ (مختصر)

تصنیف و تالیف :- باوجود کافی مصروفیتوں اور مختلف امراض کے کافی تصانیف ہیں جن سے ہر عام واقف ہے۔ (مختصر)۔

وعظ و نصیحت :- آپؒ کی مادری زبان تو پشتو ہے مگر فصیح اردو کے علاوہ عربی، فارسی، بلوچی، سندھی اور ہندی زبانوں میں فی البدیہہ تقریر پر قدرت رکھتے تھے۔

وزیر معارف الشرعیہ بلوچستان قلات :- نواب آف قلات احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ علم دوست اور مذہبی آدمی تھے۔ انہوں نے دارالعلوم دیوبند سے درخواست دی کہ مجھے اسلامی منشور دیا جائے تاکہ میں اپنی ریاست میں اسلامی نظام رائج کروں۔ جو منشور حضرت علامہ افغانیؒ نے ہی تحریر کیا۔ جب والی قلات نے وہ منشور پڑھا تو کہنے لگے کہ جس عالم دین نے یہ منشور لکھا ہے انہیں مجھے دیں میں اپنی ریاست کا نظام انہیں سپرد کرتا ہوں تو تقریباً گیارہ سال حضرت افغانیؒ نے ریاست قلات میں اسلامی قانون کے تحت نظام چلایا۔ ماشاء اللہ اب تک بھی ریاست قلات کی عدالتوں میں حضرت افغانیؒ کی کتاب (المعین القضاۃ) اور شرعی ضابطہ دیوانی حیات (سرکاری طور پر قاضی صاحبان کو دیجاتی ہیں۔

وزارات سے استعفیٰ :- ۱۹۵۶ء تک وزارت کے فرائض سرانجام دیتے رہے پھر جب ون یونٹ بنا تو اس لئے استعفیٰ دیا کہ اب بلوچستان کی آخری عدالت جس کے انچارج حضرت افغانیؒ تھے وہ لاہور ہائی کورٹ کے ماتحت ہو گئی تو یوں حضرت افغانیؒ کے صادر کردہ شرعی فیصلوں کو قانوناً چیلنج کیا جاسکتا تھا تو اس پر حضرت افغانیؒ نے فرمایا کہ یہ شرعی وقار کے خلاف ہے کہ رسول اکرمؐ کی شریعت کے صادر کئے ہوئے فیصلوں پر ان غیر عالم دین کو حق اپیل دیا جائے۔ اس لئے آپؒ نے استعفیٰ دیدیا۔ گورنر امیر محمد خانؒ نواب آف کالا باغ نے بہاولپور تاریک بھاگا کہ گورنمنٹ آپکو چار مربع زمین ریاست قلات کی گیارہ سالہ ملازمت کے سلسلہ میں دینا چاہتی ہے ملک پاکستان میں جس جگہ تجویز فرما دیا مطلع کریں تاکہ وہ آپ کے نام کر دی جائے۔ ڈاکٹر نیازا احمد مرحوم حضرت کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ ستر جیل بہاولپور میں ملازم تھے۔ ان کی محنت و کاوش سے لیاقت پور کے علاقے میں زمین تلاش کر لی گئی۔ جب ہم نے درخواست تیار کی زمین کے نمبر وغیرہ سب مکمل کر لئے اب درخواست حضرت افغانیؒ کو پیش کی کہ دستخط فرما دیں تو حضرت افغانیؒ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ ساری صورتحال سے آگاہ کیا تو حضرت جیؒ نے یہ فرماتے ہوئے دستخط کرنے سے انکار کر دیا (کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا علم دیا ہے اور میں ان دنیا داروں سے درخواست کروں اگر میرا حق سمجھتے ہیں تو خود دیں میں درخواست نہیں دیتا۔ نہ دینا تھی اور نہ ہی دی۔

قیام بہاولپور :- حضرت افغانیؒ نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی کی محاسن اور خوبیاں بیان کرنے کے لیے وقت اور قدر درکار ہیں اور پھر مجھ جیسا بے علم و عمل نالائق کی کیا مجال مگر آپکے دس سالہ دور قیام بہاولپور میں کچھ سنا اور کچھ دیکھا تو جی چاہا کہ حضرت افغانیؒ کی برسی ۱۵ اگست ۱۹۹۷ء کے موقع پر مختصر سا مضمون تحریر کر کے سعادت حاصل کر لوں۔

حضرت علامہ افغانیؒ غالباً مئی ۱۹۶۳ء کو بہاولپور میں تشریف لائے۔ جامعہ اسلامیہ حال ”اسلامیہ یونیورسٹی“ میں اولاً شیخ التفسیر و بعدہ رئیس الجامعہ کے منصب پر فائز تھے۔ اس منصب کو حضرتؒ کے علم نے چار چاند لگائے۔ بہاولپور کا ماحول قدرتی طور پر بہادہ، مذہبی اور علم دوست ہے چند ہی دنوں میں ایسی شہرت ہوئی کہ ہر مسلک کا خواندہ اور ناخواندہ شخص آپؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کو اپنی سعادت سمجھتا۔

گھر پر مجلس :- تو حضرت جیؒ نے لوگوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے روزانہ بعد نماز عصر تا نماز مغرب اپنے مکان پر عوام الناس کو وقت دیا۔ حضرت جیؒ اگر کہیں مضافات بہاولپور میں تشریف

لجاتے تو اس وقت پر واپس آنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تاکہ آنیوالے صاحبان کو پریشانی نہ ہو۔ حضرت افغانیؒ نے اپنے قیام بہاولپور کے دس سالہ دور میں پابندی سے یہ وقت لوگوں کو دیا۔ اگر حضرت جیؒ کو کوئی تکلیف مثلاً بخار وغیرہ ہوتا تو بھی لوگوں کو یہ وقت دیتے۔ رمضان شریف میں تو آپؒ کے ہاں افطاری کا پر تکلف انتظام ہوتا۔ بعض اوقات اگر کوئی پابندی سے آنیوالا شخص حاضر نہ ہو سکتا تو خورد و نوش کی اشیاء اسکے گھر پہنچواتے۔ اس مجلس میں خواندہ اور ناخواندہ کے علاوہ علماء کرام، شیوخ عظام اور تحصیلدار صاحب سے لیکر کمشنر صاحب اور میجر صاحبان سے لیکر بریگیڈیر صاحب تک اکثر و بیشتر حاضر ہوتے رہتے۔ مجلس میں ہر قسم کے علمی سوالات کئے جاتے تو آپؒ ایک ایک سوال کا تفصیل سے جواب دیتے۔ کبھی بزرگان دین کے واقعات سنا دیتے۔ کبھی کسی حدیث یا آیت کی تشریح فرماتے۔ اور کبھی تصوف اور منازل سلوک پر گفتگو ہوتی اور کبھی اوراد و وظائف بیان فرما کر لوگوں کی اصلاح کرتے۔ لوگ اس وقت کا بیتابی سے انتظار کرتے۔ ہم نے حضرت جیؒ کی مجلس میں دنیا کی بات کبھی نہ سنی بس موت، قبر، آخرت اور جنت و جہنم کا ذکر ہوتا۔

حضرت جیؒ کی وجہ سے کافی تعداد میں ایسے علماء کرام نے جامعہ اسلامیہ میں بحیثیت طالب علم کے مدظلہ لیا جو خود درسگاہوں میں بیس سال سے کم و بیش تدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ان میں کچھ حضرات کے اسماء گرامی مجھے اب بھی یاد ہیں۔ حضرت حافظ میاں محمد صاحب، غالباً ہالہی شریف سے ان کا تعلق تھا۔ لاہور سے حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کے دو صاحبزادے صاحبان تھے۔ حضرت مولانا حافظ عبدالرحیم مرحوم اور حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب مدظلہ اور مولانا محمد الیاس مرحوم اور مولانا علی اصغر عباسی مدظلہ بھی لاہور سے تعلق رکھتے تھے۔

توسیمی پروگرام :- رئیس الجامعہ حامد حسن بلگرامی صاحب نے آپکے اور دیگر علماء کرام کے فیوض و برکات عوام الناس تک پہنچانے کیلئے ہفتہ وار ایک توسیمی پروگرام شروع کیا۔ یہ پروگرام اتوار کو ہوتا جس میں عوام الناس سے لیکر ہر طبقہ کے دانشور، پروفیسر اور ججز صاحبان شریک ہوتے۔ آخری تقریر حضرت جیؒ کی ہوتی تھی پھر سارا ہفتہ ہر جگہ اس تقریر کا چرچا رہتا کہ حضرتؒ نے یوں فرمایا وغیرہ۔
درس بیضاوی شریف :- حضرت افغانیؒ جامعہ اسلامیہ میں بیضاوی شریف پڑھاتے تھے۔ اس درس میں علماء کرام و دیگر حضرات پابندی سے حاضر ہوتے۔ علماء کرام کو تو حضرت جیؒ اپنے ساتھ بٹھاتے باقی صاحبان کو طلباء سے پیچھے بیٹھنے کی اجازت تھی۔ وزیر تعلیم لیسٹن وٹو صاحب اور غالباً چیف سیکرٹری مسعود صاحب بھی طلباء سے پیچھے بیٹھے۔ دارالعلوم دیوبند میں بھی یہی طریقہ کار ہے۔

طوالت سے بھی بچنا چاہتا ہوں مگر ایک واقعہ کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ چیف سیکرٹری اوقاف مسعود صاحب کو ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی صاحب حضرت جیؒ کے کمرے میں ایک ضروری بات ذکر کرنے کیلئے لے آئے۔ وہ بات یہ تھی کہ چیف صاحب نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ نصاب میں سے شرح ملا جالیؒ کی جگہ الخوالواضح رکھی جائے۔ بس حضرت جیؒ نے جب یہ سنا تو غصے سے آپؒ کا چہرہ سرخ ہو گیا اپنے مخصوص انداز میں حضرت جیؒ نے اپنے چہرہ پر ہاتھ پھرتے ہوئے فرمایا ہاں اپنی کھوپڑی سے بھوسہ نکال کر دیکھو تو پھر آپ کو شرح جالی کا مقام معلوم ہوگا۔

طریقہ تدریس :- حضرت جیؒ کا طریقہ تدریس بھی عجیب انداز کا تھا کہ سبق کے لحاظ سے کوئی قاری صاحب تلاوت کرتا جسے حضرت جیؒ غور سے سنتے اسکے بعد ایک طالب علم سے پوچھتے کیا چل رہا تھا۔ وہ طالب علم ابھی پہلا لفظ منہ سے نکالتا ہی تھا کہ آپؒ فرماتے بس اور اس سے معاً حضرتؒ بیان شروع کر دیتے۔

درس قرآن :- شہر کے علماء کرام اور عوام کی خواہش پر آپؒ ہفتہ میں دو دن جمعہ اور اتوار کو قرآن شریف کا درس دیتے۔ یہ درس پہلے مسجد فاروقیہ ماڈل ٹاؤن بی میں اور بعد ازاں بہاولپور کی شاہی مسجد میں بیان کیا جاتا تھا۔ ایک گھنٹہ درس ہوتا، اس درس میں بھی ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے اور دیگر شہروں میں سے بھی پابندی سے لوگ آتے۔ آپؒ نے یہ درس قرآن مجید دس سال بغیر کسی معاوضہ لئے بیان فرمایا۔ نج فاروقیؒ صاحب یہ لاہور بیسٹج میں بہاولپور آئے ہوئے تھے یہ (غیر مقلد) تھے یہ نج صاحبؒ بھی درس میں پابندی سے حاضر ہوتے۔ اتفاق سے ان دنوں درس بھی ضرورت تقلید پر تھے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان بیان کی جاتی چونکہ میں درس قلمبند کیا کرتا تھا یہ نج صاحبؒ میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے یہ ابدیدہ بھی ہوتے اور باآواز بلند بار بار کہتے کہ حقیقت بیان ہو رہی ہے۔ دو درس ابھی تقلید پر دینا باقی تھے کہ یہ نج صاحب لاہور تشریف لے گئے مگر آپ ہوائی جہاز کے ذریعہ ملتان اور پھر عدالت عالیہ کی سبز رنگ کی بہت بڑی گاڑی غالباً لینڈ روور میں بیٹھ کر بہاول پور آتے اور اپنے بقیہ درس مکمل کئے۔ یہ نج صاحب بھٹو صاحب کے آخری کیس میں بیسٹج میں تھے اور انہی نج صاحب نے ضیاء الحقؒ کے دریافت کرنے پر (کہ ملک میں کوئی آدمی ہے؟) بتایا کہ ہاں صرف ایک آدمی ہے علامہ سید شمس الحق افغانیؒ، اس درس میں بھی حضرت افغانیؒ کا یہی طریقہ تھا کہ قاری صاحب پہلے چند آیات تلاوت کرتے بعد ازاں حضرتؒ ہم سے پوچھتے کیا بیان چل رہا تھا بس ہم ابھی پہلا ہی لفظ منہ سے نکالتے کہ حضرتؒ بیان شروع فرما دیتے۔ یہی سلسلہ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۳ء تک دس سال رہا۔

علمیت :- حضرت علامہ افغانیؒ کی علمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آپؒ نے اس دس سالہ دور میں تعوذ و تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کے چار رکوع کا درس دیا ایک گھنٹہ درس بیان کرتے کبھی گھنٹے سے زائد بھی ہو جاتا تھا۔ الحمد للہ یہ سب دروس بندہ نے قلمبند کئے تھے۔ ان دس کی تعداد تقریباً پانچ سو تک بنتی ہے۔

دروس القرآن الحکیم :- دروس القرآن، کے نام سے یہ دروس طباعت ہو رہے ہیں۔ پہلی دو جلدیں صرف تعوذ اور تسمیہ کی ہیں جن میں کل ۶۲ دروس ہیں۔ تیسری جلد سورۃ فاتحہ کی ہے اس میں ۴۳ دروس ہیں یہ بھی طبع ہو کر مارکیٹ میں آگئی ہے۔ سورۃ بقرہ کی ہر جلد کو ۳۰ دروس پر مشتمل کیا ہے تو یوں کل ۱۳ جلدیں بنتی ہیں۔ ہر جلد تقریباً ۴۰۰ صفحات کی بنتی ہے جبکہ سورۃ بقرہ کے صرف چار رکوع پر دروس بیان فرمائے۔

خطبات افغانیؒ :- یہ حضرت افغانیؒ کی تقاریر کا مجموعہ ہے جو آپؒ نے اپنے قیام بہاولپور کے دوران بیان فرمائی تھیں۔ الحمد للہ یہ بھی قلمبند کر لی گئی تھیں۔ جلد اول تو طبع ہو چکی ہے باقی جلدوں کا مسودہ موجود ہے۔

مات افغانیؒ :- یہ کتاب حضرت علامہ افغانیؒ کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو یا تو کتابچوں کی صورت میں یا پھر جو مضامین مختلف رسائل میں چھپ چکے ہیں انہیں کتابی شکل دی گئی ہے اس کی جلد اول زیر طباعت ہے جس میں چھ مقالے ہیں انشاء اللہ العزیز چند دنوں میں طبع ہو کر مارکیٹ میں آجائے گی۔ ماشاء اللہ طبع ہو کر مارکیٹ میں آگئی ہے۔

اہم باب :- حضرتؒ کے بیان کردہ دروس کو کمپیوٹر پر کتابت کرایا گیا ہے۔ ہر درس کے صفحات کی تعداد برابر ہے۔ اگرچہ منٹ زائد وقت لیا ہے تو ایک آدھ صفحہ بڑھ جاتا ہے۔

عظمت و عظمت والوں کی نظر میں :- برکت کے طور پر سب سے پہلے حضرت شاہ خالد رحمۃ اللہ علیہ خادم الحرمین شریفین کا اسم گرامی بیان کرتا ہوں۔

حضرت شاہ خالدؒ خادم الحرمین شریفین :- حضرت علامہ افغانیؒ کو زندگی میں عین مرتبہ عربی زبان میں فی البدیہہ تقریر کرنے کا موقع ملا ہے۔ (۱)۔ دارالعلوم دیوبند میں (۲)۔ کوالا لپور کی اسلامی کانفرنس میں (۳)۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں عرب شریف کے قراء حضرات اور قاضی صاحبان تشریف لائے۔ اس موقع پر (حجیت حدیث) کے موضوع پر جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے حضرت شیخ الحدیثؒ نے بیان کرنا تھا مگر عین تقریر کرنے کے وقت سے پندرہ بیس منٹ

پہلے ان بزرگوں نے معذرت کر لی۔ رئیس الجامعہ حامد حسن بلگرامی صاحب گھبرائے ہوئے حضرت افغانیؒ کے کمرے میں آئے صورتحال سے آگاہ کیا۔ حضرت افغانیؒ نے بخوشی بیان کرنا قبول کیا اور معاً حال کی جانب تقریر کرنے کیلئے چل دیئے۔ (یہاں کسی عالم کی شان میں کمی کرنا میرا مقصود نہیں مگر ایک واقعہ ہے جس کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا)۔ تقریر شروع ہوئی بیان سنکر متحدہ عرب کے قراء حضرات خصوصاً مکہ المکرمہ کے قاضی صاحب بار بار آواز بلند۔ مرحبا یا شیخ افغانیؒ۔ کہتے رہے اور تقریر کے بعد حضرتؒ سے والمانہ انداز میں مصافحہ کیا اور حضرت افغانیؒ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔

جب مکہ المکرمہ کے قاضی صاحب نے حضرت افغانیؒ کی قابلیت کا ذکر شاہ خالدؒ سے کیا تو آپؒ نے حضرت افغانیؒ کو مدینہ یونیورسٹی میں تعلیمی خدمات سرانجام دینے کی دعوت دی جس سے آپؒ نے کبرسنی کی وجہ سے معذرت کر لی۔ حضرت شاہ خالدؒ نے حضرت افغانیؒ سے بلا سود بنکاری نظام مانگا جو انہیں پسند آیا غالباً الفیصل نامی بنک کے نام سے سعودیہ میں وہ نظام جاری کیا گیا ہے جو ماشاء اللہ کامیاب جا رہا ہے۔

(۲)۔ امام العصر حضرت سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ :- جب آپؒ کو نزاع کی حالت طاری ہوئی تو علماء کرام رونے لگے آپؒ نے چہرہ مبارک سے چادر ہٹا کر فرمایا تم لوگ کیوں روتے ہو؟ عرض کی گئی کہ ایک عالم دین کی جدائی سے۔ فرمایا کیا میں تم میں (افغانیؒ) نہیں چھوڑ جا رہا۔ راوی حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، نور اللہ مرقدہ۔

(۳)۔ ابن الانور حضرت علامہ محمد انظر شاہ کشمیری دامت برکاتہم (دیوبند) :- میرے عریضے کے جواب میں لکھتے ہیں۔ تمہارا خط پہنچا تم نے بھی کمال کر دیا۔ حسن ظن کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور پھر مجھ ایسے بے بضاعت و کوتاہ قلم سے حضرت علامہ افغانیؒ کے تفسیری افادات پر (تحذیر الکتاب) لکھنے کی فرمائش ایک زنگی کو رومی قرار دینے کے مترادف ہے۔ بھلا خاک نشیں ان شخصیتوں کے متعلق کیا لکھے جو آسمان علم پر مہر نیم روز بنکر چمکے اور جنکی رحلت اپنے پیچھے تاریکیاں چھوڑ گئی۔

(۴)۔ حضرت مولانا سلطان الحق القاسمی :- یہ بزرگ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ کے ناظم تھے اور دارالعلوم دیوبند کی ستر سالہ تاریخ کے امین تھے اور اپنے فہم و ذکاوت کی بناء پر اشخاص و رجال کی علمی دسترس پر بھرپور نظر رکھتے۔ بارہا ان سے سنا کہ حضرت افغانیؒ ان عبقری اشخاص میں تھے جنہیں طلبہ کے بجائے اساتذہ کے استفادہ کیلئے مامور کرنا چاہیے تھا۔ (حضرت علامہ محمد انظر شاہ السعودی دامت برکاتہم۔

(۵) حضرت شیخ مدنی نور اللہ مرقدہ :- حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ دو دیگر علماء کرام دارالعلوم دیوبند میں یہ بحث کر رہے تھے کہ کتاب (خلاصۃ الحساب) پڑھانے کیلئے کس استاد صاحب کو دی جائے۔ اتنے میں شیخ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے فرمایا کہ یہ کتاب کما حقہ یا میں پڑھا سکتا ہوں یا پھر حضرت افغانیؒ پڑھا سکتے ہیں لیکن ہم دونوں مصروف ہیں آگے اپنی مرضی۔

(۶) شیخ الاسلام حضرت مولانا شیر احمد عثمانیؒ :- آپ جب تحریک قیام پاکستان کیلئے تشریف لے جانے لگے تو حضرت افغانیؒ کے کمرے میں تشریف لائے اور حضرت افغانیؒ کے کندھے سے پکڑ کر فرمایا کہ اٹھو میری مسند پر بیٹھ کر میرے اسباق پڑھاؤ میں تحریک میں کام کرنے کیلئے جا رہا ہوں۔

(۷) حضرت علامہ سید بنوریؒ :- ایک مجلس میں بمقام قاسم العلوم ملتان حضرت افغانیؒ کی جانب متوجہ ہو کر فرماتے ہیں :

”لست عالماً اوباکستانیاً بل انت ملک انزل اللہ تعالیٰ من السماء لاصلاحنا۔“

(۸) حضرت علامہ سید عطاء المنعیم شاہ بخاریؒ :- آپ نے میرے سوال کے جواب میں یا عبدالغنی! اگر اس شخص (علامہ افغانیؒ) کی عمر سو سال ہو اور سو عالم بھی ان کے پاس بٹھا دیئے جائیں تو بھی آپ قرآن شریف کی تفسیر مکمل نہیں کر سکتے۔ بس ان سے تو برکت کے طور پر قرآن شریف کا لفظی ترجمہ کرایا جائے۔

(۹) حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ :- آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دس سال حضرت افغانیؒ سے علم حاصل کیا ہے اور تقریباً پچاس سال پڑھا چکا ہوں اگر اب بھی حضرت افغانیؒ سے دس سال مزید علم حاصل کروں تو حضرت کے علم کا دسواں حصہ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

(۱۰) حضرت مفتی محمد حسن صاحب نور اللہ مرقدہ :- جامعہ اشرفیہ لاہور کے سالانہ جلسے پر جب حضرت افغانیؒ اپنی تقریر سے فارغ ہو کر رخصت طلب کرتے تو حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے افغانی صاحب آپ کا درس قرآن سے بغیر آپکو چھٹی نہیں مل سکتی تو دوسرے دن نماز فجر کے بعد درس سن کر رخصت عطا فرماتے۔

(۱۱) حضرت مولانا رسول خان صاحب :- آپ مدرسہ کے سالانہ جلسے کے موقع پر جب علماء کرام کی مجلس ہوتی تو حضرت افغانیؒ سے سوالات فرماتے۔ جواب سن کر فرماتے افغانی صاحب! آپ کے آنے سے علمی استفادہ ہوتا ہے۔

(۱۲)۔ حضرت مولانا محمد علی مرحومؒ :- یہ میرے والد بزرگوار ہیں جب آپؒ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں تھانہ بھون جاتے تھے تو ان دنوں اتفاق سے حضرت افغانیؒ بھی حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ علمی گفتگو ہوتی۔ تو میرے حضرت والد صاحبؒ فرماتے کہ صاحبان حضرت تھانویؒ بہت بڑے عالم ہیں مگر ان کی صحبت میں ایک افغانیؒ عالم سید شمس الحقؒ آتے ہیں جو دیگر نوعیت کے عالم ہیں۔ یہ شخص مٹی کو - ونا ثابت کر سکتے ہیں۔

(۱۳)۔ شیخ التفسیر حضرت علامہ عبدالغنی جاجرویؒ :- کونڈہ سے حضرت مولانا عبدالملک شاہ صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ حضرت افغانیؒ کے علم بے پایاں اور ذہانت خداداد کے بڑے بڑے جہال علم معترف تھے اور ہیں۔ (حضرت علامہ عبدالغنی جاجرویؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے فرصت ہوتی تو میں علامہ افغانیؒ سے جا کر تفسیر پڑھتا)۔

(۱۴)۔ حضرات علماء کرام دارالعلوم دیوبند :- حضرت افغانیؒ کی وفات کے موقعہ پر دارالعلوم دیوبند میں تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا۔ وہاں حضرات علماء کرام نے بالاتفاق بیان دیا کہ ہم مطمئن تھے کہ حضرت افغانیؒ حیات میں مگر اب ہمیں فکر لاحق ہو گئی ہے کہ اگر عالم اسلام کو کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو اس کا حل کہاں سے لیں گے)۔

(۱۵)۔ حضرت علامہ سید شمس الحق افغانیؒ :- ایک دن حسب معمول میں حضرت جیؒ کے پاؤں دبا رہا تھا آپؒ نے فرمایا عبدالغنی! (ہم الحمد للہ ہمیشہ مطلوب رہے ہیں طالب نہیں رہے)۔

(۱۶)۔ حضرت سید نفیس الحسنی دامت برکاتہم :- حضرت شاہ صاحب مدظلہم کی مجلس میں ایک کتب خانے والے صاحب نے حضرت افغانیؒ کی کتاب (خطبات افغانیؒ) دیکھ کر کہا کہ یہ خطبات فروخت نہیں ہوتیں۔ اس پر حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا میاں! یہ وہ خطبات نہیں جو تم سمجھ بیٹھے ہو یہ وہ خطبات ہیں جن پر سے علماء آگے بیان کریں گے اور تصانیف کریں گے۔ تم سمجھ ہو کہ یہ بارہ مہینے والے خطبے ہیں۔

(۱۷)۔ حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم (برطانیہ) :- حضرت علامہ افغانیؒ کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”واما کان قلیس ہلکے ہلکے واحد ولکن بنیان قوم تھما“ قیس کی موت فرد واحد کی موت نہ تھی بلکہ وہ تو قوم کی بنیاد تھی جو منہدم ہو گئی۔

قارئین کرام :- ہمارے تمام اکابر صاحب عظمت مستیاں ہیں صرف اختصار کی وجہ سے چند ایک پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

جناب عبدالرحمن شاکر صاحب

انٹرنیٹ کا انقلاب ہماری توجہ کا منتظر

یہ ایک تحقیقی مضمون ہے جو روایتی قارئین کے لئے شاید ایک خشک مضمون ثابت ہو تاہم دعوت دین کے لئے تمام ذرائع استعمال کرنے والوں کے لئے واقعی یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ مسیحی اور عیسائی لابی تو اسے دعوت و تبلیغ کا ذریعہ سمجھے لیکن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار اس سے کتنی کتراتے پھریں۔ انٹرنیٹ کے استعمال کے جواز سے متعلق سب سے پہلا فتویٰ علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے دیا تھا اپنے فتوے میں انہوں نے کہا تھا کہ انٹرنیٹ پر آنا مسلمانوں پر فرض ہو چکا ہے انکے فتویٰ کے الفاظ یہ تھے (دخول علی شبکۃ انٹرنیٹ فریضۃ علی المسلمین) اس مضمون کی تیاری میں کویت سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "المجتمع" اور الرياض سے شائع ہونے والے ماہنامہ "المستقبل الاسلامی" سے استفادہ کیا گیا ہے۔ (مترجم)

انٹرنیٹ کا انقلاب :- موجودہ دور میں جدید ٹیکنالوجی کے ذرائع اور وسائل کو آزادی سے استعمال کر لینا ایک مسلمان کے لئے کوئی آسان کام نہیں ہے خاص طور پر نشر و اشاعت اور اتصالات کے میدان میں مثلاً انٹرنیٹ اور فضائی ٹیلی ویژن اسٹیشنوں کو مسلمانوں کی بہت تھوڑی تعداد استعمال کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ مسلمانوں کے لئے اس انقلاب سے نبرد آزما ہونا اس لئے مشکل ہے کہ یہ غیر اسلامی ٹیکنالوجی دشمنان اسلام کے قبضہ میں ہے چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر اس نئی چیز کو ٹھکرا دو جو غیر اسلامی اقدار، تعلیمات اور فطرت سلیمہ سے متعارض ہو، اس کے علاوہ جو کچھ بھی ایجادات اور ذرائع وغیرہ ہوں ان کو مفید طریقے سے استعمال میں لانا ہر صورت جائز اور مستحسن ہے۔

انٹرنیٹ اتصالات و ذرائع میں ایک تھمکے ہوئے جو بڑی تیزی کے ساتھ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ یہ پروگرام امریکہ کی نگرانی میں نیو ورلڈ آرڈر کی تکمیل کے لئے شروع کیا گیا تھا۔ دنیا کی بہت سی علمی، تربیتی، ثقافتی، اقتصادی، عسکری، دینی اور سیاسی موسسات نے انٹرنیٹ پر آکر معلومات عامہ اور پیغامات کے ساتھ آپس کے رابطوں کو مزید وسعت دی اور اس طرح دنیا جیسے گولبل ویلج کھاجاتا تھا ایک قدم اور آگے بڑھ کر صفحہ قرطاس یا کمپیوٹر سکرین پر سمٹ آئی۔ ایک

اندازے کے مطابق انٹرنیٹ سے وابستہ افراد کی تعداد ۸۰ ملین ہے جن میں سے ۵۰ ملین افراد صرف امریکہ میں موجود ہیں۔

ہم انٹرنیٹ پر سینکڑوں غلط عقائد اور معلومات دیکھتے ہیں کہ جن کا اخلاقی اور دینی اقدار سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور ایک مومن مسلمان آدمی کا ضمیر اسے ذرا بھی گورا نہیں کر سکتا۔ ایسی معلومات فراہم کرنے اور پیش کرنے والے کون لوگ اور ادارے ہیں ذرا جائزہ لیتے ہیں۔ (ہم دیکھتے ہیں کہ انٹرنیٹ پر مختلف کفریہ عقائد اور غلط مذاہب ایسی معلومات کا سبب ہیں جس سے انتشار و فساد برپا ہو سکتا ہے مثال کے طور پر آپ نئے مذاہب ملاحظہ کریں گے۔

سلتی مذہب، ڈس ازم، چوتھا راستہ، مونا سٹی ازم، آنکھ مچولی، تریک اور شینٹو، الایفاء اور شیطان کے پجاری وغیرہ، ان میں بہت سے مذاہب تو ایسے ہیں کہ جن کے پیروکار ایک ہاتھ کی انگلیوں کی تعداد سے بھی زیادہ نہیں ہیں۔ لیکن یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ جو بھی بدعتی، فاسق، کافر جب چاہے اپنے گمراہ کن خیالات انٹرنیٹ پر بھیج سکتا ہے اور اس طرح انٹرنیٹ استعمال کرنے والا ہر فرد اگر چاہے تو اسے پڑھ سکتا ہے اس لئے متدین اور کفار بڑی آزادی کے ساتھ بغیر کسی پابندی کے باطل نظریات انٹرنیٹ کے ذریعے پھیلانے میں مصروف کار ہیں۔

دشمنان اسلام کے ہزاروں ایسے ادارے اور افراد ہیں جو جنسی بے راہ روی کو عام رواج دینے کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال کرتے ہیں اور انٹرنیٹ پر گندی اور عریاں فلمیں چلاتے ہیں، یہ کام چند مغربی رسالوں اور مجلات نے بھی اپنے ذمے لے رکھا ہے کہ وہ اخلاقیات کا جنازہ نکال دیں تاکہ یہ غیر اخلاقی تہذیب لوگوں کے رعشے میں رچ بس جائے، اس کام کے لئے وہ برہنہ عورتوں کی تصاویر دکھا کر نوجوان نسل کو گمراہ کرنے میں کافی حد تک کامیاب دکھائی دیتے ہیں، بہت سی کمپنیاں نہایت ہی ارزاں بلکہ برائے نام رقم لے کر کنکشن فراہم کر رہی ہیں۔ چونکہ انٹرنیٹ پر کسی قسم کی قانونی یا اخلاقی پابندی کا وجود تک نہیں ہے اس لئے جس قسم کا مواد وہ جب چاہیں پیش کر دیتی ہیں۔

انٹرنیشنل ڈرگ مافیا نے انٹرنیٹ کے ذریعے منشیات کے فروغ کا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔

(E-MAIL) کے ذریعے تمام معلومات بڑی آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ وصول ہو جاتی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ہر سال عالمی سطح پر اس طریقے سے ۳۰۰ ملین ڈالر تک خرچ کر دیئے جاتے ہیں۔ عالمی سطح کے بہت سے انشلی جنینس اداروں نے انٹرنیٹ کی اہمیت سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے، اس وقت سی آئی اے، موساد، الام ۱۵ اور برطانوی انشلی جنینس جیسے ادارے انٹرنیٹ پر موجود ہیں اور اس طرح مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ان اداروں کے اور اتصالات کا آپس میں رابطہ نہایت

خفیہ طریقے سے جاری و ساری ہے کیونکہ یہ سب سے سستا اور محفوظ ترین مخفی طریقہ کار ہے جس سے خطرناک خفیہ کاروائیاں آسان ہو گئی ہیں۔

انٹرنیٹ کی برق رفتار ترقی کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا رہا ہے کہ موجودہ ٹیلی فون سسٹم قصہ پارینہ بن جائے گا۔ انٹرنیٹ پر عیسائیت کی تعلیم کی اشاعت کے لئے ایک بہت بڑے منصوبے پر عمل درآمد کیا جا رہا ہے۔ دنیا کو عیسائی بنانے کی سر توڑ کوششیں جاری ہیں۔ اس منصوبے پر عمل درآمد کے لئے ایک خطرناک رقم خرچ کر کے عیسائی مخصوص مقاصد حاصل کرنے میں مصروف ہیں اس سلسلے میں ضخیم مواد پر مشتمل کئی صفحات انٹرنیٹ پر منتقل کئے جا چکے ہیں اور اس کی تیاری پر سینکڑوں ملین ڈالر خرچ کئے گئے ہیں۔

انٹرنیٹ کے استعمال کے جواز سے متعلق سب سے پہلا فتویٰ عالم اسلام کے عظیم مفکر علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے دیا۔ چنانچہ چاہئے تو یہ تھا کہ انٹرنیٹ پر خدمت دین کے جذبے سے سرشار ہو کر اسلامی مسائل اور قضایا کو دنیا کے سامنے صحیح صورت میں پیش کیا جاتا مگر مسلمانوں نے اس معاملے میں بالکل کوتاہ نظری سے کام لیا ہے اور اس طرح وہ انٹرنیٹ جیسے فعال، زندہ اور متحرک ذریعہ ابلاغ سے صرف نظر کر کے ایک بہت بڑی غفلت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ جبکہ انٹرنیٹ اپنے اثر و نفوذ اور تیزی سے بڑھتی ہوئی مانگ کے بعد سب سے اہم ترین ذریعہ ابلاغ ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ عیسائی اور صہیونی مشرخی اداروں کے طرف سے اسی میل کے صفحات پر صفحات پیش کئے جا رہے ہیں اور مسلمانوں کی طرف سے ”سکوت مرگ“ کا سماں ہے۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ مسلمانوں نے انفرادی سطح پر یا کسی ادارے، جامعہ و اکیڈمی کے ذریعے مسلمانوں کے مسائل اور قضایا پیش کرنے کی خدمت سے انکار کیا ہو یا اس سلسلے میں مسلم امت کی طرف سے بے حسی کا مظاہرہ دیکھ کر انہوں نے دعوت اسلام اور خدمت مسلمین کے اہم فریضہ سے غفلت برتی ہو۔ اس وقت عالم اسلام کے عظیم مفکر اور داعی انقلاب اسلامی علامہ ڈاکٹر محمد یوسف القرضاوی صاحب کی کوششوں سے برطانیہ اور امریکہ میں عربی اور اسلامی تنظیموں نے اپنی استطاعت کے مطابق کافی کام کیا ہے خود ڈاکٹر القرضاوی صاحب سے ہر ہفتے میں انٹرنیٹ پر اسلام کے حوالے سے سوالات کے جوابات دینے کے لئے ایک طویل نشست کرتے ہیں جس میں عالم اسلام کے مسائل اور اسلام پر اعتراضات کی حقیقت پر کھل کر گفتگو ہوتی ہے۔ یہ تنظیمیں اپنے اکثر پروگرامات عربی زبان میں انٹرنیٹ پر کرتی ہیں چونکہ عربی زبان کو جاننے والوں کی شرح انٹرنیٹ پر بے حد کم ہے اس لئے علامہ یوسف القرضاوی عربی اداروں اور تنظیموں کا کام محدود پیمانے پر ہے لیکن وہ حتی المقدور اپنا فریضہ

سرا انجام دے رہے ہیں (یاد رہے کہ انٹرنیٹ کو استعمال کرنے والوں کی واضح اکثریت انگریزی دان ہیں)۔ انٹرنیٹ پر دین اسلام میں تحریف بھی واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے جو انٹرنیٹ سے منسلک سادہ لوح لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کا ایک زبردست ذریعہ ہے۔ ایک صاحب انٹرنیٹ سے منسلک ہیں وہ کہتے ہیں کہ ”ایک مریض شخص نے مجھے اس وقت تڑپا کے رکھ دیا جب میری انٹرنیٹ پر اس سے ملاقات ہوئی۔ وہ اپنا نام اسماعیل ظاہر کرتا تھا اور اس کا دعویٰ یہ ہے کہ پہلے وہ مسلمان تھا بعد ازاں مرتد ہو گیا (اللہ وانا لہ راجعون) اس نے اپنے صفحہ کا نام ”المسجد الغریب“ رکھا ہوا تھا جس میں اسلام کو بگاڑ کر پیش کیا گیا اور دین حق کی توہین کی گئی۔

سوال: تم نے دین اسلام کو کیوں ترک کیا؟ اور تمہاری اسلام سے دوری کا کیا سبب ہے؟

جواب: اسلام نے جنسی آزادی کے تصور کو پامال کیا ہے جسکی وجہ سے میں نے عیسائیت قبول کر لی ہے (کیونکہ عیسائیت میں سب کچھ پسندیدہ اور جائز ہے)۔ اس طرح کے ہزاروں صفحات انٹرنیٹ پر مل جاتے ہیں جنہیں دشمنان اسلام نے اسلام کی اصل اور حقیقی صورت کو بگاڑنے کے لئے استعمال کر رکھا ہے یہ گمراہ کن پروپیگنڈہ مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بھی اسلام کی حقیقی اور اصل صورت حال واضح کرنے کے لئے الیکٹرانک صفحات انٹرنیٹ پر لائیں اور جدید طریقے سے اسلام کی دعوت پیش کریں۔

انٹرنیٹ کی چند اصطلاحات: E-MAIL جسے الیکٹرانک ڈاک کا نام دیا جاسکتا ہے یہ ان فوائد میں سب سے اہم فائدہ جو کہ انٹرنیٹ فراہم کرتا ہے دراصل ای میل انٹرنیٹ کے لئے صدر دروازے کی حیثیت رکھتا ہے اس سہولت کے ذریعہ کوئی بھی فرد دنیا کے جس خطے میں چاہے پیغامات اور ڈاک ارسال کر سکتا ہے اور وصول کر سکتا ہے۔

USENET NEWSGROUPS: اسے خبر رساں اداروں کے استعمال کا نام دینا زیادہ مناسب ہے اسلئے یہ پروگرام خبروں کے تبادلے اور منتقلی کیلئے مشترکہ اہتمام و مفاد رکھنے والے ادارے استعمال کرتے ہیں۔ FTP: اس پروگرام کو فائلوں کے تبادلے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اس پروگرام نے صارفین کو فیکس اور ڈاک کے جھمیلوں سے نجات دلائی ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق انٹرنیٹ کے ذریعہ ۱۰ لاکھ صفحات سیکنڈ کے دسویں حصے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کئے جاسکتے ہیں اور کس قدر حیرت کی بات ہے کہ فائلوں کے اس تبادلے کے سلسلے میں اٹھنے والے اخراجات ایک لوکل کال سے بھی کم ہوتے ہیں۔

TELNET: اس پروگرام کے ذریعہ مختلف مکتبوں اور لائبریریوں سے متعلق واضح اور پر معز

طومات حاصل کی جاسکتی ہیں جسکی تلاش میں صرف کیا جانے والا کثیر وقت بچ جاتا ہے اور آدمی کم وقت میں زیادہ فوائد حاصل کر لیتا ہے۔ GOPHERA :- یہ پروگرام مختلف عالمی ذرائع Inter Resource سے متعلق اندرونی حقائق تک رسائی اور ان میں داخل ہونے سے متعلق راہنمائی کی فرست مہیا کرتا ہے۔ WWW/World Wide Web) یہ پروگرام انٹرنیٹ کا سب سے اہم اور بنیادی پروگرام ہے یہ کافی حد تک سابقہ پروگرام سے مماثل ہے۔ اس پروگرام کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کمپیوٹر سے کسی کلمہ یا نام سے متعلق معلومات چاہتے ہوں تو اس پروگرام (WWW) کے ذریعہ اس کلمہ یا نام سے تعلق رکھنے والے تمام ناموں، چیزوں اور جگہوں کی ایک فرست آپکو دکھائی دے گا۔ مثال کے طور پر اسلام سے متعلق جاننا چاہتے ہیں تو ISLAMIC LINKS سے متعلق تمام اسلامی مراکز اور مقامات اور خلاف اسلام (یعنی انیٹی اسلام) امور بھی چند سیکنڈوں میں آپکے سامنے موجود ہونگے اس پروگرام کے ذریعے آپ پوری دنیا میں اپنا کوئی اعلان، اشتہار یا پیغام انتہائی کم قیمت پر پہنچا سکتے ہیں۔ اس طرح آپ عالمی خبروں کے مراکز (CENTERS) سے نئی نئی اور تازہ ترین خبریں بھی معلوم کر سکتے ہیں مثلاً سی این این (CNN) وغیرہ آپ کو عالمی تازہ ترین خبریں فراہم کر دیتا ہے

FREE TEL :- اس پروگرام میں آپ انٹرنیٹ کے ذریعہ فون کر سکتے ہیں اس فون پر صرف لوکل کال کا خرچ آئے گا چنانچہ کہا جا رہا ہے کہ موجودہ ٹیلی فون سسٹم عتقرب قصہ پارہ بن جائے گا اور لوگ اس کے استعمال میں دلچسپی کم کر دیں گے۔ یہ صرف دیوانے کی بڑھ ہی نہیں ہے بلکہ حقیقت سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ ان حقائق کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو شخص فاؤنڈیشن، تنظیم، کمپنی یا ادارہ انٹرنیٹ سے منسلک نہیں ہے بہر حال وہ دنیا سے کٹا ہوا ہے اور وہ ماضی کی تنگی اور جہالت میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس سے یہ بات بعید تر ہے کہ وہ مستقبل پر کچھ اثر انداز ہو سکے گا۔

(حوالہ ماہنامہ "المصباح" لاہور)

اقتدار کے ایوانوں میں

اسلامی تنظیمات مؤثر المصنفین (۱۹۹۱ء)

موسم الصنفین

ماہنامہ مؤثر المصنفین ۵۰۰ نمبر

سورہ (۱۹۹۱ء)

موسم الصنفین

ماہنامہ مؤثر المصنفین ۵۰۰ نمبر

سورہ (۱۹۹۱ء)

موسم الصنفین

ماہنامہ مؤثر المصنفین ۵۰۰ نمبر

سورہ (۱۹۹۱ء)

دعوۃ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

پوسٹ بکس نمبر 1485 - اسلام آباد

داخلہ برائے تربیت ائمہ کورس نمبر 41

دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد اندرون ویرن ملک تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ اکیڈمی دیگر پروگراموں کے ساتھ ائمہ مساجد کی تربیت کا سہ ماہی کورس گزشتہ بارہ برس سے مسلسل منعقد کر رہی ہے جس میں تفسیر، حدیث، فقہ، عربی زبان، تقابلی ادیان اور حالات حاضرہ کے علوم کی تدریس کے فرائض ان کے ماہرین انجام دیتے ہیں۔ کورس کیلئے منتخب ائمہ مساجد کو دوران تربیت مفت طعام و قیام اور درسی کتب کے علاوہ ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔

تربیت ائمہ مساجد کا اگلا کورس ۲۵ جنوری ۱۹۹۹ء سے شروع ہو گا جس کیلئے مساجد کے امام اور خطیب حضرات سے درخواستیں مطلوب ہیں :

شرائط داخلہ :-

- (۱) درخواست دہندہ کسی دینی مدرسہ کا فارغ التحصیل ہو۔ (۲) کسی مسجد میں امام یا خطیب ہو۔
- (۳) عمر کی حد ۲۵ سال سے ۴۰ سال ہو (۴) منتخب حضرات کو تین ماہ مسلسل اکیڈمی میں حاضر رہنا ہو گا۔
- (۵) سرکاری ادارے سے تعلق رکھنے والے حضرات اپنے محکمہ کے توسط سے درخواست ارسال کریں
- (۶) درخواست میں درج ذیل معلومات لازماً تحریر کی جائیں۔

☆ نام معہ ولدیت ☆ تاریخ پیدائش ☆ مکمل پتہ ☆ تعلیمی اسناد کی مصدقہ نقول

☆ مسجد سے والہمسی کا سرٹیفکیٹ ☆ شناختی کارڈ کی مصدقہ نقل ☆ عدد و دپاسپورٹ سائز تصاویر۔

درخواستیں وصول کرنے کی آخری تاریخ ۱۵ نومبر ۱۹۹۸ء ہے۔ حتمی شرکاء کورس کا انتخاب

انچارج تربیت ائمہ کورس

متعلقہ سلیکشن کمیٹی کرے گی۔

دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی (فیصل مسجد) اسلام آباد۔

فون: 3-858640، فیکس: 51-92-261648

جناب ریٹائرڈ میجر ہدایت الرحمن ٹوٹہ

فہم اسلام ، نفاذ شریعت اور سی ٹی بی ٹی

قوموں کی زندگی میں درپیش ہر بڑا واقعہ نئی سوچ اور رجحان کا باعث بنتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس پاکستانی قوم کی پچاس سالہ زندگی میں رونما ہونے والے چار بڑے واقعات: آزادی پاکستان، سانچہ مشرقی پاکستان، شکست روس اور حالیہ ایٹمی دھماکے سے کوئی ایک بھی واقعہ ہماری نئی قومی سوچ یا رجحان کا باعث نہ بن سکا۔ اسکی وجہ ہر واقعہ کے بعد مناسب لائحہ عمل (Follow up action) کا اختیار نہ کرنا ہے۔ نتیجتاً آج ہم قومی زندگی کے لئے تنکوں کا سہارا تلاش کر رہے ہیں۔ ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ کا حکومتی ارادہ یا شوشہ تکمیل اور عدم تکمیل ہر دو صورتوں میں پانچویں بڑا قومی واقعہ کا باعث ہوگا۔ نفاذ شریعت کے لئے مجوزہ پندرہویں آئینی ترمیمی بل پر اٹھنی والی تنقید کے خلاف دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ تنقید کرنے والوں کے فہم اسلام میں کمی یا مجوزہ ترمیمی بل میں اٹھنی والی دفعات کا شامل ہونا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں، اسکے علاوہ اگر کوئی وجہ ہو سکتی ہے تو وہ اختلاف رائے کی ایک طرف یا دونوں اطراف بد نیتی، کے علاوہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔ بہر کیف ایک حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اگر خدا نخواستہ پندرہویں آئینی ترمیمی بل پر اختلاف رائے کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رفع نہ کیا گیا اور اسلامی نظام کے نفاذ کے طریق کار کو قرآن اور سنت کا تابع نہ کیا گیا تو ان کے خطرات اثرات نہ صرف پاکستان کو لے ڈوبیں گے بلکہ یہ امت مسلمہ کے رو بہ زوال صورت حال کو مزید ابتر کرنے کا باعث بھی اس لئے بنے گا کہ اسلام دشمن قوہیں اس ناکامی کو اسلام سے منسوب کرتے ہوئے مخالف اسلام سرگرمیوں کو تیز کر دیتیگی۔

پندرہویں آئینی ترمیم کو قوم کے سامنے لانے کے فوراً بعد حکومت نے سی ٹی بی ٹی کو پندرہویں آئینی ترمیمی بل پر ترجیح دیتے ہوئے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں زیر بحث لا کر اپنی حماقت ظاہر کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ CTBT پر دستخط کرنے یا نہ کرنے کا اثر براہ راست پاکستان کی دفاعی صلاحیت پر پڑتا ہے۔ پاکستان کی سلامتی اور مستقبل سے وابستہ اہم ترین فیصلہ ایک ناکام نظام کے پیدا کردہ حالات میں مناسب ہوگا اسکو مجوزہ نئے نظام کے لاگو ہونے تک موخر کرنا دانشمندی ہے۔ کیا یہ سمجھنے کیلئے کوئی بڑی عقل کی ضرورت ہے کہ CTBT اور ڈالر کا منسلک (Linkage)

فائدہ مند ہوگا یا اسلامی نظام اور CTBT کا CTBT پر دستخط کرنے کے مسئلہ نے موجودہ قیادت کے عقیدہ کو امتحان میں ڈال رکھا ہے۔ مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اسلامی نظام قربانی اور خوشحالی کا ایک خوبصورت امتزاج ہے۔ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ سے اگر ایک طرف ڈالر کی خلاقی قریبانی سے پر ہوگی تو دوسری طرف یہ ایک ایسی خوشحالی کا باعث بنے گا جو کسی غیر کی مرہون منت نہ ہوگی۔ کیا ایسی صورت حال میں سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کا فیصلہ مؤخر کرنا مذہبی، سیاسی اور منطقی، ہر لحاظ سے موزوں نہیں ہوگا۔ قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء (Supreme Law) بنانے کا ارادہ اگر پکا اور مخلصانہ ہے تو قرآن و سنت ہی سے سی ٹی بی ٹی کے مسئلہ پر راہنمائی حاصل کرنی ہوگی بصورت دیگر کوئی لاکھ جتن کرے بدینی ہرگز نہیں چھپے گی۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ "اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالہ کیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کر لیا کرو خدا تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے بے شک خدا سنتا (اور) دیکھتا ہے، مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو کوئی تم میں صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور رسول

(کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اسکا مال (انجام) بھی اچھا ہے۔ (سورۃ نساء رکوع ۸)۔ یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ CTBT پر دستخط ناہمندہ (Default) ہونے سے اگر چند مہینوں تک بچا بھی دے یہ ایک مستقل چھوٹ (Relief) ہرگز ثابت نہیں ہوگا۔ اور (Default) ہونے کے خوف کو اس وقت تک (Exploit) کیا جاتا رہے گا جب تک ہماری ایٹمی صلاحیت کو (Roll back) نہیں کر لیا جاتا۔ سی ٹی بی ٹی اگر بظاہر ایک بے ضرر معاہدہ نظر آتا ہے لیکن اس کے (Unwritten clauses) میں ہماری تباہی پوشیدہ ہے۔

سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے فیصلہ کو مؤخر کرنے کیلئے اسلامی نظام کے نفاذ کا ارادہ ایک معقول اور (Convincing) وجہ بن سکتی ہے۔ دباؤ ڈالنے والی طاقت کو کما جاسکتا ہے کہ یہ فیصلہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اتنا اہم ہے کہ یہ نئے نظام کے نفاذ سے پیدا ہونی والی صورت حال کو مد نظر رکھ کر ہی لیا جاسکتا ہے۔ حکومتی نظام میں جوہری تبدیلی لانا کوئی معمول کی بات نہیں ہوتی۔ اگر یہ بات درست ہے کہ ہم موجودہ قومی صورت حال سے مایوس ہو کر نئے نظام حکومت و معاشرت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو کیا اس قسم کی مایوس کن صورتحال میں CTBT جیسے اہم معاہدے پر دستخط کرنا عقل مندی ہوگی۔

نواز شریف حکومت کی سابقہ غلطیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اندیشہ ہے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط ہو کر رہے گا۔ چونکہ ایسا کرنے سے امریکہ خوش ہوتا ہے اور یہ معادلت حاصل کرنا نہ صرف نواز شریف کی تمنا ہے بلکہ بے نظیر بھی یہ موقع ہاتھ سے کھو بیٹھنے نہیں دیگی۔ یہ وہ زمینی حقیقت ہے جس نے ہری قوم کو امریکہ کا یرغمال بنائے رکھا ہے۔ لیکن تاہم کہ نواز شریف اور بے نظیر دونوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ پاکستان کی فضائی خلاف ورزی کے نتیجہ میں امریکہ کے خلاف نفرت (Popular anger) ابھی ٹھنڈا نہیں پڑ چکا ہے۔ سی ٹی بی ٹی پر دستخط جلتی پرتیل ڈالنے کے مترادف ہوگا اور قوم امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے والوں کے ساتھ ایسی بیٹے گی کہ ان کے چاروں طبق روشن ہو جائیں گے۔

حکومت اگر ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے میں مخلص ہے تو امریکہ کے ساتھ سودا (Deal) کرنے میں اس جرات کا مظاہرہ کرے جس کا اسلام تقاضا کرتا ہے۔ آج ہمارے پاس قرض ادا کرنے کیلئے وسائل نہیں ہیں تو ہمیں قومی حمیت گروی رکھنے کے بجائے واضح الفاظ میں متعلقہ مالیاتی اداروں کو کہنا چاہیے کہ ہمیں مناسب مہلت دے۔ ہم بلا شک کرپشن (Corruption) اور غلط منصوبہ بندیوں کے طفیل اگر آج اپنے وعدے (Commitment) پوری کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں لیکن ہم ایک ایسے نظام کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں جو عدل و انصاف کا ضامن ہے اور جسکے لاگو ہوتے ہی ایک طرف اگر قومی خزانے سے لوٹی ہوئی دولت واپس آنی شروع ہو جائیگی تو دوسری طرف اسلامی تعلیمات کے تحت کفایت شعاری پر سختی کے ساتھ عمل درآمد کرتے ہوئے بہت ہی کم عرصہ میں اپنے واجبات ادا کرنے کے قابل ہو جائیں گے اس موقف میں وزن پیدا کرنے کیلئے ہماری قیادت کو اپنی پر نعیش زندگی کو خیر باد کہنا ہوگا اور سادگی و کفایت شعاری کی نظر آنے والی ایسی مثال قائم کرنی ہوگی کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کو یقین آجائے کہ ہمارے قول اور فعل میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

درحقیقت ہماری قیادت نے جعلیت اور نااہلیت کی ان سرحدوں کو چھوا ہے کہ اس پر سے اندرون ملک اور بیرون ملک اعتماد اٹھ چکا ہے۔ حالات کے تقاضوں کے برخلاف جانے کی روش اور قول و فعل میں تضاد دستیاب قیادت کی وہ کمزوریاں ہیں جو کسی بھی وقت ہماری نیوکلیئر صلاحیت کو Impotent کر دیگی۔ ایٹمی دھماکے کرنے کے بعد تو چاہیے یہ تھا کہ ہم امریکہ پر واضح کر دیتے کہ ”ہم اب تمہاری غلامی سے آزاد ہیں“ لیکن اس کے برعکس ہمارے معذرت خواہانہ انداز سے امریکہ کو ہماری فضاؤں میں نام ہاک کروڑ میزائل اڑانے کی جسارت کی ترغیب ملی۔ قیادت کے قول و فعل میں تضاد کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ موجودہ بدترین اقتصادی بحران کے باوجود

باقیوں کو تو چھوڑ دیں رائے ونڈ کا امیر ترین نواز شریف بھی اسلام آباد کے غریب ترین نواز شریف کی مدد کے لئے سامنے نہ آسکا۔ بہر کیف پاکستانی قیادت نے معیشت کے ساتھ تو جو کرنا تھا وہ کر بیٹھے اب اسلام کے ساتھ ان کا مذاق قوم ہرگز برداشت نہیں کرے گی۔ ایک مذہبی نظریاتی ملک میں اگر اسلام آئینی شکل میں نافذ نہ بھی ہو تب بھی مسلمان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ہر معاملہ پر اسلامی تعلیمات و احکامات کی روشنی میں غور کرے۔ اب پاکستانی مسلمان کے دل میں حقیقت راسخ ہو چکی ہے کہ مشکلات سے نجات کا واحد ذریعہ اسلامی نظام کا نفاذ ہے۔ حکومت جو کہ بظاہر اسلامی نفاذ کے نفاذ میں مخلص نظر نہیں آ رہی ہے خود اپنے جال میں پھنس گئی ہے۔ بہتر ہوگا کہ حکومت جب تک اسلامی نظام کے لئے قانون سازی کا عمل نہیں کرتی صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ وہ اقدامات فی الفور اٹھالے جو معیشت کو سنبھالا دے سکے۔ مثلاً تمام سرکاری سٹاف کاروں کے استعمال پر (بلا لحاظ منصب و عہدہ) پابندی، صدر، وزیراعظم، گورنر اور وزراء اعلیٰ کے خصوصی طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کے استعمال پر پابندی وغیرہ اس قسم کے اقدامات اگر دھماکے کرنے کے ساتھ ہی اٹھالیے جاتے تو امریکہ کو خود انحصاری کا پیغام (Message) سمجھ آچکا ہوتا اور وہ خود اپنے ہی مفاد میں پاکستان کے خلاف اقتصادی پابندیاں لگانے سے گریز کرتا۔ لیکن امریکہ کو خود انحصاری کے کھوکھلا پن سمجھنے میں دیر نہیں لگی اور Desired results حاصل کرنے کیلئے اقتصادی پابندیاں لگانے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوئی۔ پوری قوم جانتی ہے کہ پاکستان کے خلاف امریکہ کے عزائم کیا ہیں۔ ڈالر کے ہتھیار کو کتنے مرحلوں میں پاکستان کے خلاف استعمال کیا جائے گا اور بالآخر کونسا مقصد حاصل کیا جائیگا۔ یہ سب اگرچہ نوشتہ دیوار ہے لیکن ہماری کوتاہ بین قیادت اقتدار کی حوص کا اس بری طرح شکار ہے کہ اس نے اس طرف آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور امریکہ کو خوش رکھنے کیلئے ایک دوسرے سے بازی لینے کی کوشش میں ہمہ وقت سرگرم ہے۔ سی ٹی وی ٹی پر دستخط کرنے میں نواز شریف اور بے نظیر کا غیر فطری اتفاق اگر ایک طرف ان دونوں کیلئے اقتدار میں رہنے یا آنے کا سبب بن سکتا ہے تو دوسری طرف قومی خزانہ سے لوٹی ہوئی دولت کے تحفظ کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں اچھی طرح جانتے ہیں کہ دستخط کرنے کی صورت میں ملکی اقتصادی صورتحال مزید ابتر ہو گئی اور قوم ان دونوں کو قومی خزانہ سے لوٹی ہوئی دولت واپس کرنے پر مجبور کریگی۔

اندریں حالات تمام دانشوروں، مذہبی لیڈروں، صحافیوں اور فہمیدہ طبقے پر آج یہ ایک قومی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ہم آواز ہو کر حکومت کو نفاذ شریعت سے قبل سی ٹی وی ٹی کے مسئلہ پر دستخط کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔

جناب لیفٹننٹ ریٹائرڈ کرنل محمد اعظم خان صاحب (اکوڑہ خٹک)

فاتح اندلس

موسیٰ بن نصیر کا شمار اسلامی دنیا کے ان ممتاز ترین جرنیلوں میں ہوتا ہے جن کا نام زبان پر آتے ہی ہر مسلمان کا سرفخر سے بلند ہو جاتا ہے۔ ایک مغربی مؤرخ ایس بی سکاٹ نے موسیٰ بن نصیر کا تعارف ان الفاظ میں کیا ہے: ”موسیٰ بن نصیر کی ہمت و استقلال بے نظیر تھی۔ وہ موت اور تکالیف سے ڈرنا جانتے ہی نہ تھے۔ ان کی فراست اور دوراندیشی ایسی تھی کہ جس پر الام کا گمان ہونے لگتا ہے۔ ان کا جوش دینی دیوانگی کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ اور ہر وقت رحمت الہی پر بھروسہ اور توکل رکھتے تھے۔ فرائض مذہبی اور صوم و صلوٰۃ کے سخت پابند۔ ان کی تقریریں فصیح و بلیغ اور دل میں اتر جانے والی اور ان کی ہوش مندی اور عاقبت اندیشی سرب المثل تھی۔“

موسیٰ بن نصیر جن کا پورا نام موسیٰ بن نصیر بن عبد الرحمن بن زید البقری تھا اور تاریخ اسلام میں فاتح مغرب و اندلس کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ سن ۱۹ ہجری بمطابق ۷۳۰ء عیسوی ارض شام کے ایک گاؤں کفرمزی کے قبیلہ بنو نعم میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حضرت امیر معاویہؓ کے قریبی مصاحبوں میں سے تھے۔ موسیٰ بن نصیر شام کی پولیس کے اعلیٰ افسر کے عہدے پر تعینات تھے اور اپنی جرات و تقویٰ کی بنا پر مشہور تھے نصیر کا نام اس وقت سامنے آیا جب اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے انہیں بصرہ سے خراج وصول کرنے کیلئے حاکم مقرر کیا۔ انہی ایام میں موسیٰ خلیفہ کے چھوٹے بھائی عبدالعزیز بن مروان والی مصر کی نظر میں آئے اور وہ انہیں افریقہ کا حاکم بنا کر ساتھ لے گئے۔ تاریخ کے مختلف ذرائع موسیٰ بن نصیر کے افریقہ کا حاکم مقرر ہونے کی تاریخ پر متفق نہیں۔ ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر گمان غالب ہے کہ یہ تاریخ ۶۹ ہجری ۷۲۸ء کے لگ بھگ ہے۔ عبد الملک کے عہد خلافت میں خستہ خستہ ملک و اسے کو جو کامنہ کے لقب سے مشہور تھی، شکست دے کر سارے شمالی افریقہ میں ایک حد تک امن بحال کر دیا تھا مگر یہ دیر پا ثابت نہ ہوا۔ افریقہ کے بربری قبائل جو خستہ سے ڈرتے تھے، اس کے عہد ولایت میں خاموش رہے مگر عبد الملک کی وفات کے بعد جب موسیٰ وہاں کا حاکم مقرر ہو کر آیا تو بربری قبائل بغاوت پر اتر آئے۔ موسیٰ بن نصیر نے

پے درپے شکستیں دے کر تمام بغاوتوں کو کچل دیا اور شمالی افریقہ میں جس قدر رومی تھے، سب کو نکال باہر کیا، کیونکہ ہر بغاوت اور ہر سازش کے پیچھے انہی لوگوں کا ہاتھ تھا۔ موسیٰ کی ان فتوحات اور پیش بندیوں کے باعث تھوڑے ہی عرصے میں ہر طرح امن و سکون بحال ہو گیا۔ اب موسیٰ بن نصیر ملکی انتظام کی طرف متوجہ ہوئے اور ایسی خوش اسلوبی سے امور سلطنت ترتیب دیئے کہ رعایا خوش حال ہو گئی۔ موسیٰ بن نصیر کی رواداری، عدل اور حسن سلوک کو دیکھ کر تمام بربری قبائل اس کے گرویدہ ہو گئے اور ہر روز بے شمار افریقی حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے میں تمام بربری قبائل مسلمان ہو گئے۔ چنانچہ جب طارق بن زیاد کے زیرِ نمان اسلامی فوج اندلس کے ساحل پر اتری تو یہ فوج زیادہ تر بربری قبائل پر مشتمل تھی۔

جس زمانے میں افریقہ اور مغرب کی زمام اقتدار موسیٰ بن نصیر کے ہاتھ میں تھی اس زمانے میں سپین کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ہر طرف ظلم و جور کا بازار گرم تھا۔ ملک بڑے بڑے جاگیرداروں میں منقسم تھا جو شاندار محلوں میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یہودیوں کی حالت تو اور بھی قابلِ رحم تھی۔ اس تمام جبر و تشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہسپانوی رعایا بھاگ بھاگ کر شمالی افریقہ میں مسلمانوں کے زیرِ سایہ پناہ لینے لگی۔ ان ستمگروں سے سپین کے حالات سن کر موسیٰ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اس پر حملہ آور ہو کر خلقِ خدا کو ان درندہ صفت انسانوں سے نجات دلانے۔ اس ادارہ کو مزید تقویت کاؤنٹ جولین کے مشورہ نے دی۔ جو علاقہ قیوط کا حکمران تھا۔

سپین کا یہ علاقہ افریقی ساحل سے نزدیک ترین تھا۔ کاؤنٹ جولین نے جو سپین کے حکمران فریڈرک سے پہلے ہی شاکی تھا ایک روز موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر امداد کی درخواست کی۔ موسیٰ نے دربارِ خلافت سے ہسپانیہ پر فوج کشی کی اجازت مانگی تو ولید نے لکھا کہ امتحان کے طور پر کوئی دستہ بھیج کر وہاں کے حالات کا اندازہ کرو، اگر حالات موافق ہوں تو چڑھائی کر دو۔ اس پر موسیٰ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام طریف بن مالک کو پانچ سو سپاہیوں کا ایک دستہ دے کر روانہ کیا۔ طریف جولائی ۱۱ھ کو ساحلِ ہسپانیہ کے انتہائی جنوب میں ایک کونے پر اترا۔ یہ مقام طریف کی یاد میں آج تک طریف کہلاتا ہے۔ وہاں طریف نے ارد گرد کے علاقوں پر یلغار کی اور بہت سامانِ غنیمت لے کر لوٹا۔ طریف نے واپسی پر آکر اطلاع دی کہ فضا بہت سازگار ہے اور اگر حملہ کیا جائے تو کامیابی یقینی ہے۔

رجب یا شعبان ۱۲ھ (بمطابق اپریل / مئی ۷۱۱ء) کو موسیٰ نے اپنے مشہور جرنیل اور آزاد غلام طارق بن زیاد کو سات ہزار بربری فوج دے کر سپین پر چڑھائی کے لئے روانہ کیا۔ طارق

بن زیاد آبنائے عبور کر کے سپین کے ساحل پر اس پہاڑی کے نزدیک اترا جو آج کل اس کے نام پر جبل طارق کہلاتی ہے۔ علاقے کا گورنر مسلمانوں کے مقابلے کو بڑھا، مگر شکست کھائی۔ اس نے اپنے بادشاہ راڈرک کو اطلاع دی کہ ہمارے ملک پر ایک ایسی قوم نے حملہ کر دیا ہے جو بلا کے بہادر اور جنگجو ہیں مگر پتہ نہیں کہ وہ کہاں سے آئے ہیں، زمین سے لکے ہیں یا آسمان سے اترے ہیں۔ یہ اطلاع ملتے ہی راڈرک ایک لاکھ کا جہاز لشکر لے کر جنوب کی جانب بڑھا۔ طارق بن زیاد نے مزید امداد طلب کی جو موسیٰ نے پانچ ہزار فوج بھیج کر بارہ ہزار کی تعداد پوری کر دی۔ یہ وہ تعداد ہے جسے مسلمان بڑی سے بڑی لڑائی کے لئے کافی سمجھتے رہے ہیں۔

ساحل اندلس پر اترنے کے بعد طارق بن زیاد نے اپنے تمام جہازوں کو نذر آتش کر دیا تھا تاکہ مسلمان بھگنے کا خیال تک بھی دل میں نہ لاسکیں۔ تعداد کی کمی کے باوجود اسلامی فوج اس بے جگری سے لڑی اور ایسا جم کر مقابلہ کیا کہ تعداد میں کئی گنا زیادہ عیسائی مڈی دل لشکر منتشر ہو گیا۔ راڈرک جان بچا کر بھاگا اور دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ اس فتح عظیم نے مسلمانوں کے حوصلے اس قدر بلند کر دیئے اور اہل سپین کو اس قدر پست ہمت بنا دیا کہ وہ کہیں بھی اسلامی لشکر کے مقابلہ میں ٹھہر سکے۔ امدادی فوج روانہ کرتے وقت موسیٰ بن نصیر نے طارق بن زیاد کو ہدایت کی تھی کہ جب ملک میں نہ آجاؤں تم کوئی جارحانہ اقدام نہ کرنا مگر طارق بن زیاد نے اس حکم کی زیادہ پروا نہ کی اور اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کر کے مختلف سمتوں میں روانہ کر دیا۔ ایک حصہ غرناطہ کی طرف بڑھا، دوسرا قرطبہ پر حملہ آور ہوا۔ تیسرے نے مالطہ کا رخ کیا اور چوتھے حصے کو لے کر طارق بن زیاد خود سپین کے پایہ تحت طلیطلہ کی طرف روانہ ہوا۔ ہر جانب فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم چومے۔ اسی اثناء میں موسیٰ بن نصیر خود اٹھارہ ہزار فوج کے ہمراہ ساحل اندلس پر رمضان سن ۹۳ھ میں جبل موسیٰ کے مقام پر اترا۔ کاؤنٹ جولین ان کے ساتھ تھا۔ موسیٰ بن نصیر نے مناسب سمجھا کہ وہ طارق بن زیاد کو ملنے کی بجائے جنوبی اندلس کے ان علاقوں کو دوبارہ فتح کرے جنہیں طارق بن زیاد نے فتح تو کر لیا تھا لیکن وہ پھر سرکشی اختیار کر چکے تھے۔ شذرہ، قرمونہ اور اشبیلیہ کے علاقے بغیر کسی مزاحمت کے فتح کر لئے گئے لیکن ماروہ کو فتح کرنے میں مسلمانوں کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ موسیٰ بن نصیر نے ماروہ کا کئی روز تک محاصرہ کئے رکھا لیکن شہر نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ موسیٰ بن نصیر نے اہل ماروہ کی پامردی اور سخت جانی کے پیش نظر اپنے بیٹے عبدالعزیز کو بلا بھیجا جو سات ہزار تازہ دم فوج کے ہمراہ ماروہ پہنچا مگر ماروہ پھر بھی فتح نہ ہو سکا۔ ماروہ کی لڑائی میں

مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔ مگر ان کی ہمت پست نہ ہوئی۔ موسیٰ بن نصیر نے اہل ماروہ کو صلح کا پیغام دیا جو محاصرے کی حالت میں شہر کی حفاظت کرتے کرتے ٹھک گئے تھے۔ شوال ۹۳ھ میں موسیٰ بن نصیر ماروہ میں داخل ہوا اور اہل ماروہ کے ساتھ نرم شرائط پر صلح کر لی۔ موسیٰ بن نصیر عید کے روز شہر میں داخل ہوا۔ ماروہ کی فتح کے بعد موسیٰ بن نصیر نے عبدالعزیز کو اشبیلیہ روانہ کیا کیونکہ ماروہ کی مہم کے دوران اہل اشبیلیہ باغی ہو گئے تھے اور باجہ اور لبہ کے باشندوں کے ساتھ مل کر اسی مسلمان شہید کر ڈالے تھے۔ مسلمان فوج نے اشبیلیہ پر دوبارہ قبضہ کر کے باجہ اور لبہ بھی فتح کر لئے۔ عبدالعزیز نے مسلمانوں کی کثیر تعداد کو اشبیلیہ میں آباد کیا جنہوں نے متواتر محنت سے زمین کی کھوکھ سے وہ فصلیں اور پھل اگائے جو اس سے پہلے یہاں معدوم تھے۔ شوال ۹۳ھ ہجری کا اخیر ہو چکا تھا۔ ماروہ فتح کرنے کے بعد موسیٰ بن نصیر طلیطلہ روانہ ہو گیا۔ طارق بن زیاد کو اپنے محسن و مربی کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اسے ملنے کے لئے طلیطلہ سے علیہ چلا آیا۔ موسیٰ بن نصیر طارق بن زیاد کی حکم عدولی پر برہم تھا۔ لیکن طارق بن زیاد نے جو رضا جوئی کے آداب سے واقف تھا۔ موسیٰ کو ان حالات اور واقعات سے مطلع کیا جو پیش قدمی جاری رکھنے کا سبب ہوئے تھے۔ معذرت چاہی کہ وہ اپنے جنگی منصوبوں کی منظوری قبل از وقت حاصل نہ کر سکا۔ موسیٰ بن نصیر طارق بن زیاد کی معذرت قبول کرتے ہوئے معمولی سی تنبیہ کے بعد راضی ہو گیا۔ بعض مغربی مورخین نے طارق بن زیاد کی گرفتاری اور بیڑیاں پہنا کر قید میں ڈالنے اور دوبارہ خلافت سے ہدایات موصول ہونے پر طارق بن زیاد کو اپنے منصب پر بحال کرنے کا ذکر کیا ہے۔ مگر یہ سب درست نہیں۔ عرب واقع نگار اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ موسیٰ بن نصیر جس نے طارق بن زیاد کی تربیت اپنے ہاتھ سے کی تھی، اسے غلامی کی حالت سے اٹھایا اور اسکی فکری صلاحیتوں کو جلا بخشی، جس نے طارق بن زیاد کو تاریخ عالم کا ایک ناقابل شکست سپہ سالار بنادیا تھا۔ طارق بن زیادہ سے حسد نہیں کر سکتا تھا۔ طلیطلہ پہنچنے کے بعد دونوں مل کر آگے بڑھے۔ تاریخوں میں موسیٰ بن نصیر کے طلیطلہ پہنچنے تک کے واقعات سلسلہ وار ہیں لیکن اس کے بعد یہ سلسلہ قائم نہیں رہتا۔ المفری کا بیان ہے کہ ہسپانیوں پر مسلمانوں کی اتنی ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ ان کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔

موسیٰ بن نصیر نے اندلس کے باقی حصوں پر قبضہ کرنے کے انتظامات کئے اور طارق کو مقدمہ الجیش کے طور پر شمالی سپین کے علاقوں کی فتوحات کے لئے آگے کی طرف روانہ کر دیا اور خود ان کے پیچھے پیچھے چلا۔ طارق جدھر کا رخ کرتا، فتح و کامرانی ہمرکاب چلتی تھی۔ وہ آگے آگے علاقے فتح کرتا

جاتا تھا اور موسیٰ بن نصیر پیچھے پیچھے صلح ناموں اور معاہدوں کی تصدیق کرتا جاتا اور بحالی امن کے انتظامات کرتا جاتا۔ فتح ہسپانیہ کے دوران موسیٰ نے جبر و سختی کی بجائے عدل و احسان، لوٹ کھسوٹ کی بجائے مہر و وفا اور قتل و غارت کی بجائے عفو و درگزر کے جو معیار قائم کئے اس کا اندازہ اسلامی افواج کو دیئے گئے ان احکامات سے کیا جاسکتا ہے:-

- (۱) آبادی کو ویرانی میں تبدیل نہ کیا جائے (۲) رعایا کے مذہبی حقوق کا احترام کیا جائے۔
- (۳) حملے فوجی طریقے کے مطابق صرف مقامات ہی فتح کرنے کے لئے کئے جائیں۔ (۴) لوٹ کھسوٹ اور جو روجھا سے پرہیز کیا جائے اور عورتوں کا احترام کیا جائے۔ (۵) اگر کسی مسلمان سپاہی نے عمداً ان احکامات کی خلاف ورزی کی تو اسے سزائے موت دی جائے گی۔

موسیٰ بن نصیر نے شمالی سپین کے تمام علاقوں کو مختصر عرصے میں روند ڈالا یہاں تک کہ سر قسط (SARAGOSSA) جو کہ صدر مقام تھا، جلد ہی زیر اقتدار آگیا۔ مسلمان شمال مشرقی اندلس کو فتح کرنے کے بعد فرانس کی سرحد دریائے روڈنہ تک پہنچ گئے۔ سپین کے انجام نے اہل فرانس کو چونکا دیا تھا اور حدود فرانس تک اسلامی فوجوں کی پیش قدمی سے ان میں بڑی بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ فرانس بادشاہ چارلس مارٹل ایک جرار لشکر کے ساتھ مسلمانوں کو روکنے کیلئے آگے بڑھا۔ مسلمان اس وقت لوڈون تک پہنچ چکے تھے لیکن ان کے پاس نہ کوئی بڑی جمعیت تھی اور نہ ہی کسی کمک کے جلد پہنچنے کا امکان تھا۔ اس لئے مسلمان اربونہ لوٹ گئے۔ چارلس مسلمانوں کے پیچھے اربونہ پہنچا۔ یہاں ایک جھڑپ میں نقصان اٹھا کر مسلمان اربونہ میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ چارلس نے اربونہ کا محاصرہ کر لیا مگر نقصان اٹھانے کے بعد چند روز کے اندر اس نے محاصرہ اٹھالیا اور فرانس کی سرحدوں پر قلعے اور چھاؤنیاں قائم کر کے افواج متعین کر دیں کہ مسلمان فرانس کی حدود کی طرف نہ بڑھ سکیں۔ دربار خلافت یہ جنگ یورپ کے اندر تک لے جانے کے حق میں نہ تھا۔

موسیٰ بن نصیر نے ابھی شمالی حصے کی فتوحات مکمل نہیں کی تھیں کہ اسے خلیفہ ولید کی طرف سے واپسی کا حکم نامہ ملا۔ چونکہ ابھی مغربی اندلس کے صوبے باقی تھے اسلئے وہ واپس نہ ہوا اور مغربی صوبوں کی فتوحات میں مصروف ہو گیا۔ اسی دوران موسیٰ اور طارق کی واپسی کا دوسرا حکم نامہ پہنچا۔ دمشق میں موسیٰ اور طارق کی فتوحات اور مال غنیمت سے متعلق افواہیں گشت کر رہی تھیں درباری حلقے ظن و قیاس سے کام لے رہے تھے اور ان دونوں کی بے لوث خدمات اور پر خلوص عزمت کو شک کی نگاہوں سے دیکھا جا رہا تھا۔ موسیٰ نے فرمان خلافت کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنے بیٹے

عبدالعزیز کو جو اس وقت اشبیلیہ کا گورنر تھا اندلس میں نائب السطنت مقرر کر کے شام روانہ ہو گیا۔ طارق بن زیاد رجب ۹۲ھ سے ذی الحجہ ۹۵ھ تک اور موسیٰ بن نصیر رمضان المبارک ۹۳ھ سے لے کر ذی الحجہ ۹۵ھ تک سرزمین ہسپانیہ پر رہے مگر شکست کے نام سے نا آشنا رہے۔ موسیٰ ہسپانیہ سے واپسی پر جس فاتحانہ شان سے لوٹا اس کی نظیر کم ہی ملے گی۔ سینکڑوں اونٹوں پر لدے ہوئے مال غنیمت کی کہانیاں ولی عہد خلافت سلیمان بن عبدالملک تک پہنچیں تو اس نے ایک قاصد یہ پیغام دے کر موسیٰ کی پیشوائی کے لئے بھیجا کہ خلیفہ چند دنوں کا مہمان ہے۔ تم رک جاؤ اور اپنی رفتار کو مدہم کر دو اور دمشق کے شہر میں اس وقت داخل ہونا جب ولید کے بعد سلیمان خلیفہ بن چکا ہو۔ موسیٰ کے دل میں خلیفہ وقت سے ملنے کی خواہش اس قدر شدید تھی کہ اس نے سلیمان کے حکم کی پرواہ کی۔ موسیٰ جمعہ کے روز جامعہ دمشق پہنچا جو فروری ۱۱۵ھ کی کوئی تاریخ تھی۔ اس روز ولید اپنی علالت کے باوجود نماز ادا کرنے آیا تھا۔ موسیٰ نے اپنے تمام تبرکات اور نوادرات خلیفہ کے قدموں میں ڈھیر کر دیئے۔ ولید نے موسیٰ بن نصیر کی بڑی عزت افزائی کی اور خلعت اور نقد انعامات سے نوازا۔ نہ صرف اس کے بیٹوں کے مراتب بڑھائے بلکہ جو معززین و عمائدین اندلس کی مہم میں شریک ہوئے تھے، ان سب کی قدر افزائی کی۔ اس سے ایک طرف سلیمان کے خلاف مزاج موسیٰ بن نصیر کی عزت افزائی ہوئی اور دوسری طرف اس داد و ماش میں اندلس کے مال غنیمت کا بہت بڑا حصہ صرف ہو گیا۔

موسیٰ کو دمشق آئے ہوئے ابھی چالیس روز بھی نہ ہوئے تھے کہ خلیفہ ولید کا انتقال ہو گیا۔ خلافت ولی عہد سلیمان بن عبدالملک کے ہاتھ آئی۔ سلیمان کے دل میں پہلے سے ہی موسیٰ بن نصیر کے خلاف ایک غبار موجود تھا اس میں مزید اضافہ دیر سے دمشق پہنچنے کی حکم عدولی نے کر دیا۔ سلیمان نے موسیٰ بن نصیر پر بددیانتی، کتبہ پروری اور ظلم وعدوان کا الزام لگا کر مقدمہ چلایا اور اس عظیم انسان پر وہ مظالم ڈھائے کہ الامان۔ موسیٰ کی عمر اس وقت اسی سال سے تجاوز تھی۔ اسے کڑکڑاتی دھوپ میں ایک ستون کے ساتھ باندھا دیا گیا۔ اس کی جائیداد اور املاک چھین لی گئی اور اسے حوالہ زنداں کر دیا گیا۔ بعد میں ایک سردار کی سفارش پر کئی لاکھ کا تاوان عائد کر کے چھوڑ دیا گیا۔ یہ تاوان اتنا زیادہ تھا کہ وہ ادا نہ کر سکا۔ موسیٰ بن نصیر نے اپنے آخری ایام انتہائی عسرت اور آشفۃ حالی میں گزارے اور اسی گم نامی کی حالت میں وفات پائی۔

موسیٰ بن نصیر ایک کامیاب جرنیل ہی نہ تھے بلکہ وہ اعلیٰ درجے کے فاضل بھی تھے۔ وہ صرف رہا بقیہ

راشد الحق سمیع حقانی

ملک دشمنوں کی سازشیں اور حب الوطنی کا تقاضا

گذشتہ دنوں اسلام آباد میں ملک کی تمام چھوٹی بڑی قوم پرست کھلانے والی جماعتوں کا دوروزہ اجتماع ملک کے دارالحکومت، پارلیمنٹ، سپریم کورٹ اور ایوان صدر کے سائے تلے اور بھاری مینڈیٹ کے دعویدار وزیراعظم کی ناک کے نیچے ملک و ملت کیخلاف زہر افشانی کرتے ہوئے اپنے ساتھ کئی تلخ سوالات چھوڑ گیا۔ اجتماع میں ان وطن دشمنوں نے حسب سابق پاکستان کیخلاف نفرت انگیز تقاریر کیں۔ یوں تو ہمیشہ سے ہی ان بد بختوں نے بیرونی آقاؤں کے اشارے پر مادر وطن کو ننسی گالیاں دی ہیں۔ لیکن اس دفعہ انہوں نے مکمل کجیا ہو کر علی الاعلان پاکستان توڑنے، وفاق پاکستان کا مکمل خاتمہ کرنے، دستور کو پھاڑنے اور صوبہ پنجاب کو فحش گالیاں دیں اور پاکستان زندہ باد کے نعرے کو گناہ کبیرہ کے مترادف قرار دیا۔ اس قسم کے خرافات و بکواسات کا دو روز تک ملک کے دار الخلافہ میں علی الاعلان اظہار ہوتا رہا۔ قومی اخبارات میں اس وطن دشمن اجتماع کی زہریلی تقاریر اور رپورٹیں مفصل طور پر آچکی ہیں۔

محترم قارئین کرام! آپ کو معلوم ہے کہ ان منتشر اور مردہ قوم پرست جماعتوں کو کس طاقت نے ”حیات نو“ بخشی اور ان بیرونی بد بختوں کو حب الوطنی کا سرٹیفکیٹ کس جماعت نے محض اپنے اقتدار کے حصول اور اس کو طول دینے کیلئے عطا کیا۔ اور ان نسلی و علاقائی متعصب جماعتوں کو قومی دھارے میں شمولیت کی قوم کو نوید دینے والے کون تھے؟ انہیں وطن دشمن قوتوں کو موجودہ وزیراعظم نے بڑی ڈھٹائی سے اپنے سینے سے لگا کر دینی اور مذہبی جماعتوں کو پس پشت ڈالا تھا۔ اس وقت کے سیاسی جھنڈیہ اور خود مسلم لیگ کے کئی حلقوں نے حکمرانوں کو ان آستین کے سانپوں کے بارے میں اپنی تشویش کا بارہا اظہار کیا لیکن مسلم لیگ کے محسوس پرست اور اقتدار پسند حکمرانوں نے انکی صائب رائے کو درخور اعتناء نہیں سمجھا تھا اور اپنے اقتدار کی اڑانوں میں مست و مگن رہے۔ ماضی کے انتخابات میں اے این پی اور دوسری علاقائی قوم پرست جماعتوں کو پاکستانی غیور دینی جذبے سے سرشار عوام نے ہمیشہ کیلئے دفن کر دیا تھا اور ان کی سیاست کو صرف پانچ دس سیٹوں تک محدود کر دیا تھا لیکن وزیراعظم صاحب نے ان کو غیر معمولی اہمیت دیکر دس سال تک نہ صرف ان کو

شریک اقتدار بلکہ اپنا رازدار اور شریک کاروبار رکھا۔ جب یہ قوتیں ہر لحاظ سے مسلم لیگی حکمرانوں کے طفیل قوی تر ہو گئیں اور ان کی تجوریاں بھر گئیں اور انہیں محسوس ہوا کہ مسلم لیگی حکومت کا بیڑہ ڈوبنے کے قریب ہے تو بھاگتے چوہوں کی طرح ان لوگوں نے اپنے حلیف جماعت کا ساتھ ایک ایک کر کے چھوڑ گئے اور ان کے ارادے ملکی اور بین الاقوامی حالات کو دیکھ کر بدلنا شروع ہوئے اور اس پر ممیزیہ کہ افغانستان میں طالبان کی مکمل اسلامی حکومت نے افغانستان سے بچے کھچے کمیونسٹ آقاؤں سمیت تمام مخرف اور پاکستان دشمن افغان لیڈروں کو نکال باہر کر دیا پھر تحریک طالبان کے متوقع اور ممکنہ اثرات جو کہ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں شروع ہو چکے ہیں کے پیش نظر یہ متعصب جماعتیں اپنے بے شمار اختلافات کو چھوڑ کر ایک ہو گئیں اور ملک و ملت کے خلاف ایک اتحاد قائم کیا اور پندرہویں آئینی ترمیم کی آرٹ میں مذہب اور اسلام کو جی بھر کر گالیاں دی گئیں۔ یہ دراصل تحریک طالبان کی کامیابیوں کا بخار تھا، جو کہ انہوں نے مذہب، ملک اور دینی جماعتوں پر اتار دیا۔ ان تمام باغیانہ اور ملک کے خلاف گھناؤنی سرگرمیوں کے باوجود حکمرانوں نے بجائے اس کے کہ ان کے خلاف فوری مقدمات دائر کرتے اور فوری کارروائی کیجاتی۔ لیکن یہ ان وطن دشمنوں کو مزید عزت اور ملت کے خلاف ابھارنے کیلئے ان کے درباروں پر سجدہ ریزی کیلئے بھیج گئے، حالانکہ ابھی تک قومی پریس اور میڈیا ان جماعتوں کے زہریلے نعروں کی صدائے بازگشت سنائی دی جا رہی ہے۔ وزیراعظم شریعت بل کی پتھری لے کر ان کو رام کرنے گئے تھے۔ لیکن بگٹی نے شریعت کو مسترد کرتے ہوئے خود مختاری کا مطالبہ کر کے وزیراعظم کا منہ چڑایا۔ وزیراعظم کو جو سکی کونڈ میں حاصل ہوئی اسکو وزیراعظم کے نامور مشیروں نے کافی نہیں سمجھا اور نہ ہی وزیراعظم نے اس کا برا منایا۔

کننے شیریں ہیں تیرے لب کے رقیب

گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

اسکے ساتھ ہی وزیراعظم نے مشن کیلئے ولی باغ (چارسدہ) کو پرواز کیلئے پر تو لے شروع کئے۔ وہاں سے جو جواب وزیراعظم کو ملا ہے اس کے لئے غالب کا مصرعہ زیادہ موزوں ہے۔

ع بڑے بے آبرو ہو کر ترے کوپے سے ہم نکلے

ایک طرف ان وطن دشمن جماعتوں نے داخلی طور پر ملک، فوج، دستور، حکمرانوں اور دوقومی نظریہ کینخلاف مقدمہ ہو کر جنگ شروع کر دی ہے اور اس دلعنہ اس کا آغاز دارالخلافہ اسلام آباد سے ہی شروع کر دیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ عجیب جمہوریت اور آزادی تحریر و تقریر ہے کہ ملک

توڑنے کے نعرے اور اس کھلاف سازشیں دارالحکومت ہی میں کیجائیں۔ بڑے بھائی صوبہ پنجاب کو گالیاں دی جائیں، دستور پاکستان کو گندگی کا ڈھیر قرار دیا جائے اور اس پر طرہ یہ کہ آگے سے حکمران طبقہ اور انتظامیہ ان کی خوشامد کرتا نظر آتا ہے اس سے پہلے گذشتہ دنوں کراچی اور حیدرآباد میں قوم ستوں نے قومی پرچم جلائے اور پھر انہی قوم پرستوں کو راضی کرنے کیلئے وزیراعظم لندن یا تبرا بھی گریختے۔ اسلام آباد میں قوم پرستوں کی یہ تازہ جرات بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ان قوتوں کو معلوم تھا کہ ہمارا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا، اگر حکمرانوں کا یہی وطیرہ رہا اور حصول اقتدار کیلئے ہر قسم کی باغیانہ سرگرمیوں کو برداشت کیا جا رہا تو پھر خدا نخواستہ دشمن ممالک کو ہمارے خلاف جارحیت کی ضرورت نہیں ہے۔ ان لوگوں کی زہر لٹائل میں ڈوبی ہوئی تقاریر اور پاکستان کی سلامتی کھلاف سازش کے بعد ملک کی تمام محب وطن جماعتوں اور خصوصاً مذہبی قائدین اور پارٹیوں کے سربراہوں کو اسلام آباد ہی میں فوراً سرجوڑ کر اس فتنے کھلاف متحدہ آواز اٹھانی چاہیے جہاں پر یہ لوگ ان نام نہاد متعصب قوم پرستوں کا قلع قمع کریں وہیں ان نااہل حکمرانوں سے بھی باز پرس کریں اور ان کی سخت گرفت کریں، کیونکہ انہی کی طفیل آج یہ برساتی مینڈک ٹرا رہے ہیں۔ انشاء اللہ یہ ملک قائم و دائم رہے گا۔ شریعت مطہرہ اور صلح قیادت ہی اس کا مقدر ہے۔

عرفی تو میندیش زغوغائے رقیبال آواز سگال کم نہ کندرزق گدارا (عرفی)

بقیہ صفحہ ۵۷ سے :- فاتح اندلس

نہروں ہی کے نہیں لوگوں کے دلوں کے بھی فاتح تھے۔ انہوں نے اندلس کے جس شر کو فوج کیا اسے دارالامان بنادیا۔ وہاں حاکم مقرر کئے اور انہیں امن قائم رکھنے کیلئے ضروری فوج دی۔ شمالی افریقہ کے بربری قبائل جو بغاوت اور لوٹ مار کے عادی بھی، موسیٰ کے حاکم اعلیٰ کا عمدہ سنبھالنے کے چند سالوں میں ان میں ایسی تبدیلی آئی کہ انہی بڑبڑوں نے سمندر پار جاکر اندلس میں اسلام کا نام روشن کیا اور علم و آگہی کی وہ شمعیں جلاسنے میں ممد و معاون ثابت ہوئے جس کی روشنی نے سات سو سال تک یورپ کے دانش کدوں کو منور کئے رکھا۔

بے شک، مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے۔

اس مضمون کی تربیت و تدوین میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا:

- (۱). تاریخ اسلام جلد دوم عبد بنو امیہ... شاہ معین الدین احمد ندوی (۲). مسلمان یورپ میں... محمد احسان الحق سلیمانی
- (۳). تاریخ اسلام... ڈاکٹر حمید الدین (۴). انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (۵). اردو دائرہ معارف اسلامیہ (اندلس)

جناب محمد افضل شمسی صاحب (لاہور)

طالبان کی نئی فتوحات اور پاک ایران تعلقات

تحریک اسلامی طالبان کی گزشتہ چند روز میں شمالی افغانستان میں فتوحات بالخصوص شمالی اتحاد کے ہیڈ کوارٹر ” مزار شریف “ کی طالبان کے ہاتھوں فتح نے بین الاقوامی سطح پر ایک نئی صورت حال کو جنم دیا ہے۔ ۸۔ اگست ۱۹۹۸ء کو ہونے والی مزار شریف کی فتح سے قبل ایک عرصے سے طالبان بھارت اور ازبکستان سمیت روس اور ایران پر اپنے مخالف شمالی اتحاد کی فوجی و اقتصادی مدد کرنے کے الزامات لگا رہے تھے اور ان ممالک کی طرف سے شمالی اتحاد کو ملنے والی بھاری امداد کے ناقابل تردید ثبوت دیتے رہے ہیں جن کی تصدیق انٹرنیشنل پریس بھی کر چکا ہے لیکن مزار شریف فتح ہونے کے بعد ایران اور روس نے پاکستان پر افغانستان میں طالبان کی فوجی امداد کے کھلم کھلا الزامات لگانے شروع کر دیے اور یہ کہا کہ کونینہ سے پاکستان کا ۴۸ واں بریگیڈ افغان جنگ میں عملاً شریک ہے بات صرف بے بنیاد الزامات لگانے تک ہی محدود نہ رہی بلکہ تمام تر اخلاقی تقاضوں اور سفارتی آداب کو پس پشت ڈالتے ہوئے ان دونوں ممالک نے پاکستان کو عبرت ناک انجام سے دوچار ہونے کی دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ مزار شریف میں طالبان حکومت کے ہاتھوں ایرانی سفارت کاروں کی گرفتاری کے بعد ایرانی دار الحکومت تہران میں پاکستانی سفارت خانہ کے باہر جس رد عمل کا اظہار کیا گیا اور جس انداز میں وہاں موجود پاکستانی سفارتکاروں کو ہراساں کرنے کی کوشش کی گئی اسے کسی بھی طور پر جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پاکستان کو افغانستان کی حالیہ تبدیلیوں میں محض اس بناء پر ملوث قرار دینے کا کوئی جواز نہیں ہے کہ اس نے طالبان حکومت کو تسلیم کر رکھا ہے۔ کسی حکومت کو تسلیم کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جاسکتا کہ وہ اس حکومت کی تمام تر سرگرمیوں کی ذمہ دار ہے۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۹۷ء کو کابل پر قبضے کے بعد طالبان کو افغانستان پر جو کنٹرول حاصل ہوا ہے وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اور مزار شریف سمیت شمالی افغانستان کے وسیع علاقوں پر ان کے قبضے اور خود پروفیسر برہان الدین ربانی ۱۰ نوجینر گلبدین حکمت یار اور کمیونسٹ جنرل رشید دوستم کے اپنے آخری محفوظ اڈوں سے فرار کے بعد کسی بھی صاحب عقل کے لئے اس کھلی حقیقت سے انکار ممکن نہیں رہا کہ افغانستان پر طالبان کو قریب قریب مکمل کنٹرول حاصل ہو گیا ہے۔ جہاں تک مزار شریف اور شمالی اتحاد کے دیگر اہم ٹھکانوں اور وسیع علاقے پر طالبان کے حالیہ قبضے کا تعلق ہے تو یہ صورت حال سبھی کے لئے یکساں طور پر چونکا دینے والی ثابت ہوئی ہے اور پاکستان سمیت کسی کو بھی اس کا پیشگی علم نہ تھا۔ حتیٰ کہ خود کمیونسٹ

جنرل رشید دوستم بھی اپنے اوپر بڑنے والی اس اچانک افتاد سے حواس باختہ ہو کر اپنے محفوظ ٹھکانوں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ تاہم اس سے پاکستان کی طرف سے افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت کو تسلیم کر لینے کے اقدام کی توثیق ہو جاتی ہے اور اب دوسرے ممالک کو بالخصوص اسلامی ممالک کو بھی اس حقیقت کے اعتراف میں بخل سے کام نہیں لینا چاہیے اور انکی ہر لحاظ سے جائز حکومت کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ طالبان حکومت کو تسلیم کرنے کا جہاں تک حکومت پاکستان کا تعلق ہے تو اس نے ان کی حکومت کو کسی جانبداری کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک حقیقت کے طور پر اور اپنے مفاد میں پہلی افغان حکومت سمجھتے ہوئے قبول کیا ہے۔ کیونکہ ایران اور دیگر طالبان مخالف حکومتوں کی آنکھ کے تارے پروفیسر برہان الدین ربانی نے اپنے دور حکومت میں کابل میں واقع پاکستانی سفارتخانہ پر دو مرتبہ حملے کرائے اور ایک مرتبہ اسے نذر آتش بھی کیا گیا جس میں ایک پاکستانی سفارتکار ہلاک بھی ہو گیا۔ سابق صدر ربانی نے نہ صرف یہ کہ روس اور بھارت ایسے جہاد دشمنوں سے گٹھ جوڑ کر کے افغانستان کے سب سے بڑے محسن اور ہمسایہ ملک پاکستان کے خلاف محاذ قائم کرنے کی کوشش کی بلکہ اقوام متحدہ اور امریکہ کا دانستہ یا نادانستہ آلہ کار بن کر افغانستان کو نسلی اور لسانی بنیادوں پر تقسیم کرنے کی بنیاد رکھی اور روس کے تباہ کردہ افغانستان کو خانہ جنگی کی آگ میں جھونک دیا۔ مندرجہ بالا ساری صورتحال کے باوجود پاکستان نے تو کبھی بھی ایران پر اعتراض نہیں کیا کہ وہ اس کے مخالف ربانی اور حکمت یار کو کیوں تسلیم کئے ہوئے ہے یا ان کی باقاعدہ فوجی امداد کیوں جاری رکھے ہوئے ہے۔ ایرانی حکومت کو چاہیے کہ مزار شریف میں طالبان کے ہاتھوں اپنی رسوائی اور شکست کا الزام پاکستان کے سر تھوپنے کے بجائے اپنے کردار پر ایک نظر دوڑائے اور دیکھے کہ اس نے طالبان کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا جس کے نتیجے میں اب اسے اتنی ہزیمت اٹھانا پڑی ہے۔ بعض مبصرین کا کہنا ہے کہ ایران نے طالبان مخالف شمالی اتحاد کے ساتھ اپنے فوجی و اقتصادی تعاون کے راز فاش ہو جانے پر دنیا کی نظریں اس طرف ہٹانے کے لئے یہ سارا ڈرامہ رچایا ہے۔ ایرانی حکومت کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی عراق کے ساتھ آٹھ سالہ جنگ میں پاکستان نے اسکی کس قدر مدد کی تھی اور بعد میں جب بھی امریکہ کی طرف سے ایران کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی تو ہر قدم پر پاکستان نے ایران کا بھرپور ساتھ دیا ہے اور اب بھی مزار شریف میں اسکے گرفتار ہونے والے سفارت کاروں کی سلامتی اور بحفاظت ربانی کیلئے حکومت پاکستان طالبان پر اپنا تمام تر سفارتی اثر و رسوخ استعمال کر رہی ہے حالانکہ ۲۸ مئی کو پاکستان کے ایٹمی دھماکے کے بعد عالم کفر کی طرف سے اس پر شدید دباؤ کے وقت بھی ایرانی فوج پاکستان کی ازلی دشمن بھارتی فوج کے ہمراہ بحری مشقوں میں مصروف تھی۔ موجودہ عالمی تناظر میں حکومت پاکستان کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی وزارت خارجہ کے اہل کاروں اور بیرون ملک اپنے سفارتکاروں کے ذریعے دنیا کو اصل صورتحال بتائے اور طالبان کے حوالے سے تمام تر الزامات کا ٹھوس اور مؤثر جواب دے۔

افکار و تاثرات

علامہ ڈاکٹر سید سلمان ندوی فرزند علامہ سید سلیمان ندویؒ جنوبی افریقہ ڈربن
جناب مولانا عتیق الرحمن سنبھلی مدیر اعزازی "الفرقان" لکھنؤ وغیرہم

مکرمی مولانا سمیع الحق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! میں عرصہ سے ارادہ کر رہا تھا کہ آپ کو خط لکھ کر مجلہ "الحق" ارسال کرنے پر شکریہ ادا کروں۔ یاد آوری کے لئے ممنون ہوں۔ "الحق" کے مقالات سے مستفید ہوتا ہوں۔ آپ کی مساعی و کاوشوں کی اطلاع ملتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پھر جمعیت العلماء کو وہی مقام حاصل ہو جو ماضی میں تھا۔ علماء کا ایک پلیٹ فارم نہ ہونے کی وجہ سے ان کی آواز بے اثر ہے اور دوست و دشمن دونوں ہی اس کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ۱۹۹۸ء فروری مارچ میں چند دن کیلئے پشاور گیا تھا۔ پروفیسر فدا محمد صاحب خیسر میڈیکل کالج نے قیام کا انتظام پروفیسر محمد اشرف مرحوم کی قیام گاہ پر کیا تھا۔ خیال تھا کہ اکوڑہ کا سفر بھی کروں مگر ممکن نہ ہوسکا۔ شاید مستقبل میں تمنا پوری ہو۔ اس سال دسمبر و جنوری میں پھر کراچی کا ارادہ ہے۔ اسلام آباد بھی جانا ہے مگر تاریخیں مقرر نہیں ہیں۔ اس عرصہ کا باعث ایک اور امر بھی ہے۔ "الحق" بابت اگست

۱۹۹۸ء (جلد ۳۳ نمبر ۱۱) میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے سانحہ وفات کی غلط خبر شائع ہو گئی ہے۔ آپ نے یہ مضمون تعمیر حیات کے جولائی شمارہ سے لیا ہے۔ تعمیر حیات والوں کو بھی میں نے لکھا ہے کہ تردید شائع کریں۔ میں ابھی چار ہفتے امریکہ میں قیام کر کے واپس آیا ہوں۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب الحمد للہ بقید حیات ہیں اگرچہ علیل ہیں۔ میں ان سے ۹ اگست ۱۹۹۸ء کو ملا اور ان کے ساتھ پورا دن گذارا۔ وہ کچھلے ایک سال سے بوجہ شدید علالت کے امریکہ میں اپنی پوتی (بھائی کے بیٹے کی بیٹی) کے ساتھ بیلوانیا اسٹیٹ کے ایک چھوٹے شہر Wilkes Barre میں مقیم ہیں۔ کمزور بہت ہو گئے ہیں۔ چلنے پھرنے میں تکلیف ہوتی ہے مگر معذور نہیں ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کے ساتھ حیات سے نوازے۔ میں ان کی شدید علالت کے دوران بھی رابطہ میں رہا ہوں۔ پیرس سے امریکہ علالت و تنہائی کی بنا پر منتقل ہو گئے ہیں۔ گراں گوشتی کی شکایت تو پہلے بھی تھی مگر اب زیادہ ہے۔ پھر بھی آلہ سماعت کے ذریعہ گفتگو کر لیتے ہیں۔ نہ معلوم تعمیر حیات والوں کو یہ غلط خبر کہاں سے ملی۔ مدرسہ حقانیہ کی "حقانیت" اور علمی و روحانی انوار سے آپ کے والد ماجدؒ کے زمانہ سے واقف ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے یہ شمع جلا رکھی ہے۔ "الولد سرلابیہ" کا مصداق ہونے پر مبارکباد بھی پیش ہے۔

والسلام محتاج دعا: ڈاکٹر سید سلمان ندوی

برادر مکرم و محترم زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

دعا ہے کہ آپ مع جمیع متعلقین بخیر ہوں۔ میں ۸ جولائی تک ہندوستان میں تھا۔ وہیں ”الحق“ سے ہمیشہ صاحبہ کی المناک وفات کی اطلاع ملی تھی۔ مگر الفرقان کے خاص نمبر کے کام میں اس طرح مصروفیت تھی اور اس پر مستزاد صحت کی ناسازی کہ فوری طور پر تعزیت کا فریضہ ادا نہ کر سکا۔ اور پھر طبیعت کی خرابی کی شدت سے ذہول ہی ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر تازہ ”الحق“ نے یاد دہانی کی تو اپنی کوتاہی پر افسوس کرتے ہوئے اب دیر سے آپ کے اور میاں راشد الحق کے غم میں شریک ہو رہا ہوں۔ اس تھوڑی عمر میں بہن جیسی سراپا محبت شفیٰ کا ایسے المناک طور پر جدا ہو جانا بلاشبہ سخت حادثہ ہے۔ خبر پڑھ کر خود اپنے دل پر بھی ایک خاص طبعی اثر ہوا تھا۔

”اللہ ما اعطی ولہ ما اخذ“ پس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ عیش جنت نصیب فرمائے اور پس ماندگان کو صبر و اجر سے نوازے۔ امید ہے الفرقان کا نمبر مل گیا ہوگا۔

والسلام: (مولانا) عتیق الرحمن سنہلی

محترم المقام جناب قبلہ و کعبہ حضرت مولانا صاحب مدظلہم

بعد آداب کہ عرض ہے کہ بندہ ماہنامہ ”الحق“ کا پرانا خریدار ہے جس وقت ۱۵ روپے سالانہ چندہ تھا اس وقت سے برابر یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ اور میرا خریداری نمبر ۴۴۱۷ ہے۔ بندہ نے کئی خریدار بھی اسکے لئے بنائے۔ آپکی خدمت یہ عریضہ پہلی دفعہ تحریر کر رہا ہوں۔ میری عمر ابھی وقت ۸۰ سال سے تجاوز کر رہی ہے۔ نظر بھی کچھ ہے صحیح طور سے لکھنے سے قاصر ہوں۔ آپ کو تکلیف اس لیے دے رہا ہوں کہ ۲۸ مئی کو پاکستان نے چھ ایشی دھماکے کیے اس سے کچھ امید کی کرن نظر آئی اور میری رگ حمیت بھڑک اٹھی میرے پاس ایک ہزار ڈالر کا ایک نوٹ تھا جو میرے پاس ۱۸۳۰ سے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ وہ میں نے وزیراعظم صاحب کے نام بذریعہ رجسٹری بھیجا مگر اسکی رسید مجھے آج تک موصول نہیں ہوئی۔ پھر میں نے اسکی تلاش میں صدر صاحب کو لکھا۔ جنرل سیکرٹری مسلم لیگ ڈاکٹر عمر لیاقت کو بھی لکھا مگر کسی قسم کا جواب کہیں سے بھی بندے کو نہیں ملا۔ جب ہم نے اس اسلامی ملک کیلئے جان و مال، گھربار سب نذر کیا۔ ہمارا خاندان پنجاب سے ہجرت کر کے یہاں آیا۔ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہوگا جو اب تک نہ ہو سکا۔ اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ایک دن یہ امید ضروری پوری ہوگی۔ آپ جیسے بزرگ رات دن کوشش بھی کر رہے ہیں اور دعائیں بھی کر رہے ہیں آپکی یہ محنت ضرور پھل لائیں گی۔ میرا مطلب یہ تھا کہ آپ اپنے ماہنامہ میں لکھ کر نواز شریف کو بتائیں کہ جن کا نظام ڈاک ذمہ دارانہ اور امانت دارانہ نہ ہو تو وہ ملک کا نظم و نسق کس طرح سنبھالینگے آپ اور آپ کا عملہ ایسا لاپرواہ کیوں ہے۔ مجھے اس ہزار ڈالر کے نوٹ کا جواب

تک دینا بھی گوارہ نہیں فرمایا۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ میں سب کو لکھوا چکا ہوں مگر اب تک کسی نے مجھے نہ جواب دیا اور نہ رسید بھیجی۔ آپ اگر مناسب سمجھیں تو کسی طرح ”الحق“ کے کسی گوشہ میں یہ خبر دے دیں۔ جس سے پتہ چل جائے کہ کسی نے ہمدردانہ جذبہ رکھتے ہوئے یہ خدمت کی تھی۔ جناب وزیراعظم صاحب اگر وہ آپ کے کام نہ آسکتا تھا تو مجھے واپس کرا دیں۔ میں نے اسکی فوٹو سٹیٹ محفوظ کی ہوئی ہے۔ آپ سے مشورہ کہ کیا کیا جائے۔ معلوم نہیں کہ ڈاکخانہ والے کھا گئے یا ”وہاں“ والوں کی نیت میں فرق آگیا۔ اسلیے آپکو یہ زحمت دے رہا ہوں۔ (۱)

والسلام خیر اندیش: ڈاکٹر حاجی محمد عباس

چک آرائیں و آئی سکندر آباد ضلع کوہستان

محترم المقام حافظ صاحب

سلام مسنون! چند روز قبل میرے استاد محترم اور الحق کے قدیمی راقم پروفیسر محمد اسلم صاحب (۱) کا انتقال ہو گیا ہے (اناللہ وانا الیہ راجعون) مرحوم انتہائی درویش صفت سادہ مزاج اور ہر دلچیز شخصیت کے مالک تھے۔ آپ صحیح العقیدہ، روشن خیال مسلمان تھے۔ علمی دنیا نے ہمیشہ آپ کے علم و عرفان سے استفادہ کیا۔ آپ کو چلتا پھرتا انسائیکلو پیڈیا کہا جاتا تھا۔ ذہانت و فطانت کے علاوہ حافظہ بلا تھا۔ آپ نے تاریخ کو ایک زندہ مضمون بنا کر پیش کیا۔ مسلمانوں کے روشن دور پر ہمیشہ رطب اللسان رہتے۔ اسی طرح مسلمانوں کے موجودہ کیفیت کے بارے میں متفکر بھی رہے۔ چند مغربی زبانوں کے علاوہ مشرقی زبانوں اردو، ہندی، پنجابی، گورکھی، سرائیکی اور عربی و فارسی کا ملکہ رکھتے تھے۔ آپ کا بڑا علمی میدان تاریخ اسلام، تاریخ ہند اور تصوف کی تاریخ تھا۔ اس کے لئے آپ کا راستہ تحقیق و تدقیق کا تھا۔ اس ضمن میں آپ نے یورپ، مشرق وسطیٰ، ہندوستان اور پاکستان کی بھرپور سیاحت کی اور اپنی علمی و تحقیقی پیاس بجھاتے۔ ”الحق“ اس کا بڑا گواہ ہے کیونکہ اس میں وہ دیگر مضامین کے علاوہ بھارت کا تازہ سفرنامہ کے عنوان سے کئی ایک سفرنامے لکھتے رہے۔ آسودگان خاک کراچی، آسودگان خاک لاہور اور سفرنامہ ہند ایک تحقیقی و سیاحتی سرگرمیوں کی بڑی مثالیں

(۱) قارئین کرام آپ کو اس درد انگیز خط سے اندازہ ہو چکا ہوگا کہ وزیراعظم اور اس کے ماتحت ادارے کس طرح ملک و ملت کی امانتوں کے امین بنے ہوئے ہیں۔ اس فراڈ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وزیراعظم کے ”خود انحصاری“ فنڈ ”قرض اتارو ملک سنوارو سکیم کی حقیقت کیا ہے۔ یہ ہزار ڈالر کی نوٹ جو اس ہمدرد پاکستان کی کل متاع حیات تھی۔ اور آج کل ۱۹۴۳ کے نوٹ کی کتنی اہمیت ہے اگر یہ نوٹ حکومت امریکہ کو بھیجا جاتا تو وہ لوگ اس کو شکریہ کے ساتھ لاکھوں روپے بھی دیتے۔ ہم اس عظیم خیانت کی مذمت کرتے ہیں۔

ہیں۔ دیگر تصانیف میں Muslim Conduct of the state تاریخی مقالات، تحریک پاکستان، محمد بن قاسم اور ان کے جانشین اور جدید دنیائے اسلام وغیرہ شامل ہیں۔ آپ آخری عمر میں مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور اور علی گڑھ ٹرسٹ علی گڑھ اسکول، مانگا منڈی اور گرلز ہائی سیکنڈری اسکول گلبرگ لاہور کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ مرحوم نے سگواران میں اپنی بیوی (جو کہ مشہور مورخ، سمیرت نگار اور استاد مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرحوم کی بیٹی ہیں آپ پروفیسر اسلم صاحب کے دہلی شفیقین کالج کے استاد بھی تھے) ایٹے زفر فواد، محمد نافع اور بیٹی تنویر انجم چھوڑے ہیں۔ دیگر متاثرین میں لاہوری شاگرد بلکہ مرید بھی شامل ہیں۔ آہ! پروفیسر محمد اسلم جیسا یگانہ روزگار، ہم عصر دور کا عظیم استاد، پیر، مورخ، مؤلف، سیرت نگار، مبلغ، مختم ہم سے کچھڑ گیا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا یہ خلاء کیسے پر ہوگا؟۔

نیاز مند: عبدالجلیل

اسسٹنٹ پروفیسر، تاریخ و مطالعہ پاکستان، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

اسماعیلیت کا سیاسی کردار

شیعہ فرقے کے دو اہم گروہ ہیں۔ ایک بوہرہ جماعت اور دوسری اسماعیلیت جن کے موجودہ حاضر حکم پر نس کریم آغاخان ہیں۔ آپ سر آغاخان کے پوتے اور علی خان کے فرزند ہیں۔ سر آغا خان کا سیاسی کردار نہایت اعلیٰ طریقے سے مہربوس نے اپنی کتاب ”دی آغاخانز“ میں بیان کیا ہے اور آپ کی انگریز کے لئے خدمات کو قندماخزات سے آشکار کیا ہے۔ حال ہی میں شہید ہونے والے غلام حسین اکبرخان نے بھی اپنی کتاب میں آغاخان کے سیاسی کردار پر روشنی ڈالی ہے۔ افغانستان میں اسماعیلیوں کے مضبوط گڑھ طالبان کے قبضے میں آنے کے بعد پاکستانی عوام کے دلوں میں کئی خدشات پیدا ہو گئے ہیں انکاسب سے بڑا خدشہ یہ ہے کہ اسماعیل شمالی علاقہ جات میں اپنی الگ ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں یہ کوئی سیاسی الزام اور خالی خولی خدشہ نہیں بلکہ آغاخان فاؤنڈیشن ایک پروگرام کے تحت مصروف عمل ہے۔ مسلمان اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ تاریخ کے ہر دور میں اسماعلیت

(۱)۔ ادارہ پروفیسر محمد اسلم صاحب کی وفات پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرنا ہے۔ جناب پروفیسر صاحب مرحوم ایک بہت بڑی علمی، ادبی شخصیت تھے۔ آپ اپنی ذات میں ایک اکیڈمی اور انجمن تھے۔ آپ نے کم وقت میں بہت زیادہ علمی کام کیے۔ آپ نے ماہنامہ ”الحق“ میں ابتداء سے لیکر آخر تک علمی اور ادبی موضوعات پر بہت کچھ لکھا۔ مدیر اعلیٰ ماہنامہ ”الحق“ کے ساتھ آپ کا انتہائی گہرا برادرانہ تعلق تھا۔ آپ برصغیر کی مشہور علمی اور ادبی شخصیت مولانا سید احمد اکبر آبادی کے داماد تھے۔ ادارہ تمام ہمساندگان کے ساتھ اس عظیم سانحہ میں برابر کا شریک ہے۔

نے مذہب کے نام پر سیاسی کھیل کھیلا۔ عباسیوں کے خلاف تحریک ہو یا مصر کے فاطمین کی حکومت، حسن بن صباح کا قلعہ الموت پر اقتدار ہو تو ایران کے علاقے اصفہان پر آغاخان اول کی گورنرشپ۔ یہ سب سیاسی کھیل تھے۔ اسماعیلیت کو ایک مذہبی، تجارتی ادارہ، Religio-Commercial Enterprise سمجھنا چاہیے جس میں مذہب کا ایک ڈھیلا ڈھالا ڈھانچہ ہے جس میں مرکزی حیثیت امام کی ہے تو الوہیت سے متصف ہے۔ مہربوس نے نہایت مستند مآخذات کی روشنی میں بتایا ہے کہ آغاخان جنگ عظیم اول کے بعد ایک علیحدہ ریاست کے قیام کیلئے سرگرداں رہے۔ انگریز نے بعض وجوہ کی بنا پر اس کے قیام کی اجازت نہ دی لیکن انہوں نے اس کیلئے بھرپور کوشش کی۔ پرنس آغا کریم کے پیروکاروں کی بڑھتی ہوئی آبادی اور سرگرمیاں شمالی علاقوں میں ایک خطرے کی علامت کے طور پر ابھر رہی ہیں ان کی طرف توجہ دینی ضروری ہے۔ یہ ایک سنجیدہ مسئلہ ہے دوسرے لفظوں میں ایک سویا ہوا آتش فشاں ہے جو مناسب موقع پر پھٹ پڑے گا۔ اسماعیلیوں کی امام عقیدت اور امام صاحب کے بین الاقوامی سطح پر امریکہ اور یورپی ممالک سے تعلقات ایسے خطرے کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتے ہیں۔ اسماعیلیوں کی معیشت پر گرفت عام مسلمانوں سے لاتعلقی اور اپنے امام کی اندھا دھند اطاعت اس فرقے کے سیاسی کردار کو اور زیادہ اہم بنادیتے ہیں اور مسلمانوں کو دعوت فکر دیتے ہیں۔ آپ کا مخلص: میاں مظفر علی۔ (میاں کیسٹ اینڈ ڈرگٹ بوہڑ بازار راولپنڈی)

بقیہ ۶۷ سے :- دارالعلوم کے شب وروز

اور فاضل مولانا عبدالحلیم دیروی مدظلہ استاد دارالعلوم حقانیہ کے فرزند مولانا حافظ مطیع الرحمان حقانی نے بھی استنبول (ترکی) میں بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کی۔ آپ نے اپنا مقالہ **مختلمین** کانفرنس کو بھیجا تھا اور ان کا یہ مقالہ کانفرنس میں پیش کرنے کیلئے منتخب کیا گیا جس کی بناء پر آپ کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

دارالعلوم میں انگریزی لینگویج کورس کا آغاز :- دارالعلوم حقانیہ الحمد للہ تمام شعبوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے اور موجودہ حالات کے تناظر میں آنیوالی تبدیلیوں کے پیش نظر زمانہ کا احساس کرتے ہوئے یہاں انگریزی لینگویج کلاسز کا بھی اہتمام بعد العصر دارالعلوم کے تعلیم القرآن بانی سکول میں کیا گیا ہے۔ جس میں دارالعلوم کے طلبہ اپنے ساتھیوں کو انگریزی کے دروس دیتے ہیں۔ اس طرح دارالعلوم کے ابتدائی درجہ میں انگریزی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے۔

دارالعلوم کے شب وروز

حافظ فضل غفور معلم جامعہ حقانیہ

تقریب ختم بخاری و جلسہ دستار بندی :- انشاء اللہ ۱۹ نومبر ۱۹۹۸ء بروز جمعرات دارالعلوم حقانیہ میں ختم بخاری شریف اور تقریب جلسہ دستار بندی حسب سابق منعقد ہوگی۔ دارالعلوم کی طرف سے اس سلسلہ میں نہ کوئی اشتہار چھپتا ہے اور نہ ہی کسی کو باقاعدہ دعوت دیا جاتی ہے، لیکن اس کے باوجود یہ تقریب ایک مثالی اجتماع کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس سال بھی تقریباً پانچ سو فضاء کی دستار بندی ہوگی جس میں افغانستان کی تحریک طالبان کے زعماء شرکت فرمادیں گے۔ اس دفعہ تقریب دستار بندی میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو پوتوں حافظ سلمان الحق ابن حضرت مولانا حافظ انوار الحق نائب مہتمم دارالعلوم اور حافظ عرفان الحق ابن جناب الحاج اظہار الحق صاحب ناظم دارالعلوم کی دستار بندی ہوگی۔

بین الاقوامی پریس کے نمائندوں اور دیگر غیر ملکی شخصیات کی دارالعلوم آمد :-

دارالعلوم جو گذشتہ کئی ماہ سے بین الاقوامی پریس اور ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کی بھرپور توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ روزانہ بین الاقوامی میڈیا کی ٹیمیں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے انٹرویوز اور دارالعلوم کا تفصیلی جائزہ لینے کیلئے آرہے ہیں۔ اس سلسلہ میں سی این این کی ٹیم خصوصاً امریکہ سے یہاں آئی اور انہوں نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ اس ٹیم نے دو سال قبل افغانستان میں عالم اسلام کے ہیرو اسامہ بن لادن کا تفصیلی انٹرویو بھی مغرب اور امریکہ نے پہلی مرتبہ پیش کیا تھا۔ اب کے بار انہوں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا انتخاب کیا۔ عنقریب ہی یہ انٹرویو سی این این اور انٹرنیٹ پر نشر کیا جائے گا۔ اسی طرح بی بی سی کے نمائندہ نے بھی انٹرویو لیا۔ اس کے علاوہ جاپانی اخبارات، اسٹریملین اخبارات، ٹی وی کی ٹیمیں، اٹلی، امارات کے اخبار ”الحج“ اور یورپ کے مسلم ٹیلی ویژن کے نمائندوں نے بھی دارالعلوم کا دورہ کیا۔

دارالعلوم کے فتویٰ کا ملکی اور بین الاقوامی پریس میں چرچا :- سی ٹی وی پر دستخط کے نازک اور حساس موضوع پر دارالعلوم حقانیہ نے جرات رندانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے خالص مذہبی اور دینی نقطہ نگاہ سے جو فتویٰ جاری کیا تھا۔ الحمد للہ اس کو ملک و بیرون ملک انتہائی پذیرائی حاصل ہوئی اور ملک کے تمام اکثر بڑے اخبارات اور دینی رسائل و جرائد نے یہ فتویٰ مکمل متن کے ساتھ شائع کیا ہم ان تمام مدیران کرام کے اس کار خیر میں بھرپور تعاون فرمانے پر شکر گزار ہیں۔ اس کے علاوہ بی بی سی نے اپنی اردو اور پشتو نشریات میں اس کو کافی اہمیت دی۔ نیریز دیو انڈیا نے بھی اس خبر کو اہمیت کے ساتھ نشر کیا ہے۔

نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب کی سرگرمیاں :- صوبہ بلوچستان کے وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ملحقہ مدارس کے مجلس عمومی کا اجلاس ۲۰ ستمبر کو کوئٹہ میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں شرکت کیلئے مولانا حافظ انوار الحق استاذ الحدیث و نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ و ناظم وفاق المدارس پاکستان ۱۹ ستمبر کو کوئٹہ گئے۔ اجلاس میں مدارس کے ارباب حل و عقد نے بھرپور شرکت کی۔ وفاق کے صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب، نائب صدر حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب کے خطابات کے علاوہ مولانا انوار الحق نے مجلس عمومی کو تفصیلی خطاب کے دوران وفاق کے اہمیت، پس منظر اور دینی مدارس کے بارے میں حکمرانوں کے عزائم سے آگاہ کیا۔ ۲۱ ستمبر کو ایک دن کیلئے کوئٹہ سے کراچی جانا ہوا جہاں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں ادارہ کے منتظمین خصوصاً شیخ الحدیث مولانا مفتی نظام الدین صاحب، حضرت مولانا محمد انور بدخشانی، مولانا امداد اللہ، مولانا عطاء الرحمن و بعض دیگر اساتذہ سے اہم مسائل پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ اسی روز افغان قونصلیٹ میں ظہرانہ جسکا اہتمام طالبان نمائندگی کے نگرانوں مولانا محمد نصیر حقانی، مولانا عبدالجلیل حقانی اور مولانا محمد فضل حقانی (تینوں حقانیہ کے فضلاء ہیں) نے کیا تھا میں شرکت کی شام تک مختلف تقاریب و ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہنے کے بعد ۲۲ ستمبر صبح حیدر آباد میں سندھ کے وفاق سے ملحق مدارس کے اجلاس مجلس عمومی میں شرکت کی۔ اجلاس میں شریک مدارس کے ارباب اختیار کے تجاویز و شکایات سننے کے سلسلہ ایک بجے تک جاری رہا۔ بعد میں وفاق کے چاروں مرکزی عہدیداروں کے جوابی تقاریر کے بعد شام کو کراچی سے واپسی ہوئی۔ ۱۷ اکتوبر کو وفاق المدارس کے امتحانی کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ملتان میں شرکت کی۔ وفاق کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری سمیت کمیٹی کے ارکان نے شرکت کی۔ دو دن جاری رہنے والے اجلاس میں وفاق کے زیر اہتمام شعبان ۱۴۱۹ھ میں منعقد ہونے والے امتحانات کے سلسلہ میں بعض اہم امور کو حتی شکل دی گئی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب کو صدمہ :- دارالعلوم کے جید مدرس شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ کے والد صاحب الحاج مختار اللہ صاحب فاضل کے عارضہ میں مبتلا ہونے کے بعد اپنے گاؤں علاقہ چنر زئی میں انتقال فرما گئے۔ مرحوم کیلئے دارالعلوم میں خصوصی ختمات کا اہتمام کیا گیا اور ایک تعزیتی اجتماع میں حضرت مہتمم صاحب اور تمام اساتذہ کرام و طلبہ نے شرکت کی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور تمام پسماندگان حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ و حضرت مولانا اسید اللہ صاحب اور دیگر برادران ورثہ داروں کو اس عظیم صدمہ پر صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) ادارہ اس غم میں حضرت

مولانا مدظلہ اور تمام خاندان کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔

دارالعلوم کے درجہ رابعہ کے طالب علم کی شہادت :- گذشتہ ماہ دارالعلوم حقانیہ کے درجہ رابعہ کے ہونہار اطاعت شعار، خدمت گزار اور محنتی طالب علم حافظ عبدالرشید افغانستان کے صوبہ تخار میں شہادت کے اعلیٰ اور ارفع مقام پر فائز ہوئے۔ شہید موصوف افغانی طلبہ کے ساتھ ہزار کے فتح کے بعد دیگر علاقوں میں باغیوں کے ساتھ جہاد کیلئے تشریف لے گئے تھے کہ وہاں پر مخالفین کے ساتھ ایک خونریز جھڑپ میں زخمی ہو گئے اور مخالفین آپ کو اپنے ساتھ لے گئے اور وہاں پر انہوں نے آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے ہوئے شہید کیا۔ ان کے والد صاحب بمع چند ساتھیوں کے ان کی تلاش میں لگے۔ تو مخالفین نے ان کی لاش کے بدلے اپنے چند قیدیوں کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ طالبان زعماء نے ان کا مطالبہ تسلیم کیا اور لاش پھر ان کے لواحقین کے حوالے کی گئی۔ جب ان کی میت گاؤں پہنچی گئی تو دارالعلوم حقانیہ کے تمام اساتذہ و طلباء اور قرب و جوار کے عام مسلمانوں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ عادت حاصل کی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور رقت انگیز خطاب فرمایا۔

جامعۃ الازھر مصر کی طرف سے دو ڈاکٹر اساتذہ کی تقرری :- دارالعلوم کی عالمی حیثیت کو کوس کرتے ہوئے مدیر الحق مولانا حافظ راشد الحق حقانی کی ذاتی دلچسپی اور بھرپور کوششوں سے جامعۃ الازھر مصر نے دارالعلوم کے لیے دو ڈاکٹر اساتذہ کا تقرر کیا ہے۔ عمقریب ہی دارالعلوم میں معد اللغۃ العربیہ کی کلاسز شروع کی جائیگی۔

دارالعلوم کے سالانہ امتحانات :- دارالعلوم کے سالانہ امتحانات انشاء اللہ ۱۳ نومبر ۱۹۹۸ء کو شروع ہوں گے اور ۲۱ نومبر ۱۹۹۸ء سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر انتظام تمام درجات کے امتحانات شروع ہو جائیں گے۔

تعطیلات میں دورہ تفسیر قرآن :- شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ حسب سابق اس سال بھی دارالعلوم کی جامع مسجد میں اپنے شہرہ آفاق دورہ تفسیر کا آغاز ۲۸ نومبر ۱۹۹۸ء سے کریں گے۔ داخلے کے خواہشمند حضرات یکم شعبان سے دارالعلوم کے دفتر اہتمام سے رابطہ قائم کریں۔

انٹرنیشنل کانفرنس میں دارالعلوم کی نمائندگی :- گذشتہ دنوں اسلام آباد میں پانچ روزہ "امام ابو حنیفہ" کانفرنس میں دارالعلوم کی نمائندگی مولانا مفتی غلام قادر حقانی نے کی اور اپنا عربی مقالہ

"سعة الفقه الحنفی" کے موضوع پر کانفرنس میں پیش کیا۔ اس کانفرنس میں عالم اسلام اور دنیا بھر کے بڑے سکالروں، علماء اور محققین نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ دارالعلوم ہی کے ایک

تبصرہ کتب

مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ خصوصی نمبر - بیاد :- مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب :- مولانا عتیق الرحمن سنہلی - شمارہ :- اپریل تا اگست ۱۹۹۸ء قیمت :- ۲۰۰ روپے مع محصول
ڈاک پاکستان اعلیٰ ایڈیشن (عام ۱۵۰ روپے) - ناشر :- دفتر الفرقان ۱۱۳ / ۳۱ نظیر آباد لکھنؤ (انڈیا)۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ وہ عصر حاضر کی ان ممتاز ہستیوں میں سے تھے جن کی زندگی ایک مستقل تاریخ ہے۔ اس نقطہ الرجال میں مولانا جیسے حکمت دین سے واقف صاحب فہم و بصیرت مدبر عالم قوم کے دردمند مصلح اور غمگھڑ و ہمدرد کا ملنا بہت ہی مشکل ہے۔ مولانا ایک عالم و مصنف اور صاحب سلوک و عرفان بزرگ ہی نہ تھے بلکہ زمانے کے نبض شناس وقت کے تقاضوں اور حالات سے باخبر اور عاقبت میں بین بھی تھے۔ وہ مذہبی اصلاحی قوی ملی لکھنوی اور اجتماعی جدوجہد کے ہر محاذ پر سرگرم اور متحرک دکھائی دیتے تھے۔ انہیں مسلمانوں کے موجودہ پستی و ذلوتوں حالی کا پوری طرح احساس بھی تھا اور وہ اسکے ازالے کیلئے نہایت فکر مند بھی رہتے۔ ماہنامہ الفرقان جس کا اجراء آں مرحوم نے ۱۹۳۴ء میں کیا تھا۔ درمیان میں چار ماہ کے مختصر وقفہ کو چھوڑ کر گذشتہ ۶۴ سال سے مسلسل اور مستقل شائع ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اور اس کے خصوصی نمبروں کی بنیاد بھی آپ ہی نے رکھی تھی۔ چنانچہ الفرقان کے کئی خصوصی نمبر مختلف اوقات میں خصوصی اہمیت کے ساتھ منصہ شہود و وجود پر آئے۔ جن میں مجدد الف ثانی نمبر، شاہ ولی اللہ نمبر اور بعد میں شیخ الحدیث (مولانا محمد زکریا) نمبر انتہائی قابل ذکر ہیں۔ آپ کے سانچہ ارتحال کے بعد آپ کے صاحبزادگان نے اپنے عظیم والد مرحوم کے سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے اور اکثر حضرات کے اصرار اور تمنا کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کی ہمہ جہت اور بھرپور علمی تبلیغی اصلاحی اور تحریکی زندگی پر ایک عظیم الشان نمبر نکالا ہے۔ جو کہ ہر لحاظ سے آں مرحوم کی شایان شان ہے۔ اور آپ کی شخصیت کو سمجھنے، پہچاننے کیلئے گویا ایک حسین مرقع اور دلکش گلدستہ بھی جس میں ہر مضمون اور ہر مقالہ قابل مطالعہ ہے مگر مولانا عتیق الرحمان صاحب سنہلی نے اپنے عظیم والد پر جو مقالہ پیش کیا ہے اور جو مضمون ترتیب دیا ہے وہ گویا اس تمام نمبر کی کشید اور عطر ہے۔ "الفرقان" کا یہ خصوصی نمبر بلاشبہ برصغیر کے تمام لاتبریوں کی زینت بننے کا مستحق ہے اور سیر و تاریخ سے دلچسپی رکھنے والی اپنی شخصیت کو سنوارنے اور اس کو جادہ مستقیم پر رواں دواں کرنے والوں کیلئے ایک بہترین گائیڈ اور رہنما نمبر ہے

حضرت مرحومؒ کے سانحہ ارتحال پر دارالعلوم حقانیہ میں ایک خصوصی تعزیتی اجلاس کا اہتمام بھی ہوا تھا اور پھر ”الحق“ نے آپکی وفات جسکی روداد ”الحق“ میں شائع ہوئی ہے۔ پر تعزیتی شذرہ بھی لکھا تھا اگر وہ تعزیتی ادارہ بھی اس نمبر میں شامل ہوتا تو یہ ہمارے لئے باعث فخر و مباہات کا باعث ہوتا۔

سفر حجاز :- حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات :- ۳۱۸ - قیمت :- ۷ روپے - ناشر: مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد نمبر ۱ کراچی۔

برصغیر سے ہر سال لاکھوں کی تعداد میں حجاج کرام حجاز مقدس جاتے ہیں۔ ان میں کچھ ایسے صاحب ذوق ہوتے ہیں، جو اپنے سفر کے واقعات اور دل کے جذبات کو کاغذ کے منظر عام پر لاتے اور دوسروں کو سناتے اور دکھاتے ہیں۔ ہندوستان میں شاید شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ پہلے بزرگ

ہیں جنہوں نے ۱۹۹۸ء میں اپنے سفر کی یادگار جذب القلوب الی دیار المحبوب کا تحفہ اہل وطن کے سامنے پیش کیا۔ اس کے بعد امام ولی اللہ دہلویؒ نے ۱۱۱۳ھ میں فیوض الحرمین میں ان روحانی مناظر و مشاہدات کی تصویر کشی کی۔ لیکن سفرنامہ کی حیثیت سے شاہ صاحب کے ایک ذی رتبہ شاگرد

رفیع الدین مراد آبادی قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے ۱۲۰۲ھ میں حرمین کا سفر کیا اور احوال الحرمین نامی کتاب تصنیف کی۔ اس طرح یہ روح پرور سلسلہ چل نکلا اور آج تک حجاز مقدس کے کئی

سفرنامے وجود میں آئے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب ایک ادیب بے بدل ایک نامور مصنف صاحب طرز انشاء پرداز اور مشہور اہل قلم مولانا عبدالماجد دریابادی کی تحریر کردہ ہے جس میں فاضل مصنف

نے قلبی کیفیات ذہنی تاثرات و وجدانیات کو آسان و سہل الفاظ میں انتہائی سادہ ترکیبوں اور شاعرانہ تخیل کے ساتھ پیش کئے ہیں۔ یہ سفرنامہ اولاً ۱۹۲۹ء میں آپ نے مرتب کیا تھا اور پھر انتہائی قلیل

مدت میں اسکے تین ایڈیشن ختم ہوئے اس سے پہلے آپ نے جو سفرنامے لکھے تھے یا وہ صرف عالم جذبات کی باتیں تھیں یا محض ایک سیاح و وقائع نگار کے وزن و نچ، یا فقہانہ مسائل اور حج و مناسک

کے ہدایت نامے یا عازمین کے سفر حج کیلئے گائیڈ، لیکن اس سفرنامے کی خصوصیت ان سب سے متفرق حیثیتوں کی دلکش جامعیت ہے جس کا مشاہدہ دوران مطالعہ قاری بچشم خود کریگا۔ مجلس

نشریات اسلام کراچی نے حسب روایت اس سفرنامہ کی طباعت میں اپنی بھرپور خوش ذوقی کا ثبوت دیا ہے۔

ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان - خصوصی نمبر

بیاد :- جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ - مرحب : جناب سید محمد کفیل بخاری

صفحات :- ۳۰۳ - قیمت : ۵۰ روپے - ملنے کا پتہ :- دارنبی ہاشم مہربان کالونی ملتان

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کے فرزند اکبر مولانا سید ابوذر ابو معاویہ ، حافظ عطاء النعم بخاریؒ جنکا سانحہ ارتحال ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو ملتان میں پیش آیا تھا ۔ ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان کا یہ خصوصی شمارہ آپ کی ادبی ، علمی ، تحقیقی ، تاریخی خدمات اور سیاسی کارہائے نمایاں کو اجاگر کرنے کیلئے وقف کیا گیا ہے ۔ حافظ جی مرحوم نہ صرف صوری لحاظ سے حضرت امیر شریعتؒ کے عکس جمیل تھے بلکہ معنوی اعتبار سے بھی ان کی مکمل تصویر وہ نہ صرف ایک خطیب بے بدل تھے بلکہ ایک محقق نقاد اور بہترین نغزگو قادر الکلام شاعر تھے تاریخ اسلام پر آپ کی گہری نظر تھی ۔ عشق رسولؐ حب صحابہ آپکے جسم کی رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا ۔ ایک وقت تھا کہ پاکستان بالخصوص ملتان میں حضرت امیر معاویہؓ کا نام لینا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا ۔ یہ اعزاز حضرت حافظ جی کو حاصل ہے کہ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایام منانے اور ان کی یاد میں جلسوں اور محافل کا اہتمام کیا ۔ فقر و استغناء اور غیرت و حمیت میں آپ اپنے عظیم والد کے صحیح جانشین تھے ۔ آپ نے بھرپور مطالعاتی تحقیقی اور دعوتی زندگی گزاری ۔ مجلس احراء اسلام کا پلیٹ فارم آپ کی سیاسی سرگرمیوں کی جولان گاہ رہا ۔ دفاع صحابہؓ اور تحفظ ختم نبوت کیلئے آپ کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی ۔ زیر تبصرہ خصوصی اشاعت میں آپ کی شخصیت اور خود خال کی صحیح تصویر کشی کی گئی ہے اور جا بجا آپ کے پر مغز تحریرات اور وجد آفریں نظموں نے خصوصی نمبر کی قدر و قیمت میں معتد بہا اضافہ کیا ہے ۔ مضامین کی دلکشی نے کاغذ کی کوالٹی کا احساس تقریباً دور کر دیا ہے ۔ نقیب ختم نبوت کا یہ خصوصی شمارہ ایک تاریخی دستاویز اور ادبی شہ پارہ ہے نہ صرف سیر و سوانح سے دلچسپی رکھنے والوں بلکہ شعرو ادب اور ملک کی سیاسی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کیلئے یہ یکساں مفید اور ہر لائبریری کی زینت بنانے کے قابل ہے ۔

(م.ا.ف) —————

میزان الاعتدال پشتو (ضابطہ میراث) افادات :- مولانا محمد ہاروت صاحب رحمہ اللہ۔

مرتب: مولانا حافظ امان اللہ خان حقانی ضخامت :- ۱۳۴ صفحات۔ قیمت: ۵۰ روپے۔

ناشر: مولانا محمد ہاروت میموریل سوسائٹی لنڈی کس خوازہ خیلہ سوات

استاد محترم حضرت مولانا محمد ہاروت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اپنی تدریسی زندگی کا وافر حصہ دارالعلوم حقانیہ میں گزارا تھا۔ وہ درویش صفت انسان فقرو استغناء اور توکل علی اللہ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ کے درس میں طلبہ بہت ذوق و شوق سے شرکت کرتے اور دوران درس طلبہ کو وقت کا احساس نہیں رہتا تھا۔ آپ نے طلبہ کی سہولت کی خاطر علم میراث کے ضوابط و قواعد کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا جس کو آپ کے قابل فخر فرزند برادر م مولانا حافظ محمد امان اللہ خان حقانی نے مرتب کر کے میزان الاعتدال کے نام سے زیور طباعت سے آراستہ کیا۔ علم میراث جس کی طرف توجہ کم دجاتی ہے اور اکثر طلبہ اس سے بے اعتنائی برتتے ہیں حالانکہ یہ انتہائی اہم علم ہے کیونکہ اس پر حدیث میں نصف علم کا اطلاق کیا گیا ہے۔ مولانا مرحوم نے بہت ہی سہل انداز اور آسان پیرایہ میں علم میراث کے مشکل مغلق اور اذوق مسائل بیان کئے ہیں جس سے استفادہ اور اخذ میں کافی مدد ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کے فرزند مولانا حافظ امان اللہ حقانی آپ کے دیگر افادات اور بکھرے موتی لکھا کر کے طلبہ علوم نبوت کیلئے وقت فوقتاً خوبصورت گلدستوں اور بیشی بہا "مالوں" کی شکل میں پیش کرتے رہیں گے۔ ہم حضرت مولانا محمد ہاروت صاحب کے طامذہ سے بالخصوص اور طلبہ علوم دینیہ (جو پشتو زبان سمجھتے ہیں) اسے بالعموم اس کتاب کی خریدنے کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔

(م. ا. ف)

اردو ترجمہ تفسیر فی ظلال القرآن - مترجم: سید معروف شاہ شیرازی - چھ جلدیں

ناشر: ادارہ نشرات اسلامی بالمقابل منصورہ طمان روڈ لاہور

اردو ترجمہ تفسیر فی ظلال القرآن پر بطور تبصرہ مختصر طور پر عرض ہے کہ معروف تحریک اسلامی "الاخوان المسلمون" کے عظیم رہنما اور ممتاز اسکالر علامہ السید قطب شہید نور اللہ مرقہ اپنی خاص دینی خدمات اور علمی تحقیقات کی وجہ سے عالم اسلام کی نہایت بلند مرتبہ اور منفرد جلیل القدر شخصیت تھے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ مغفورہ کے علمی کارناموں میں انکی تفسیر القرآن الکریم عظیم الشان خاص کارنامہ ہے جو عہد حاضر کے متناظر میں مسلمانوں کیلئے انہوں نے انجام دیا بلکہ نعمت کبریٰ ہے۔ ضرورت تھی کہ اس عربی تفسیر کا تمام علمی زبانوں میں ترجمہ ہو اور اردو دان طبقہ بھی اس سے

مستفید و مستیز ہو اللہ رب العلمین نے اردو ترجمہ کی سعادت صدیق محترم حضرت مولانا معروف شاہ شیرازی کو نصیب فرمائی جو قدیم اسلامی علوم کے ساتھ جدید علوم و افکار پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ یہ ترجمہ چھ ضخیم جلدوں میں مکمل ہو کر زیور طبع سے آراستہ ہو چکا اور ہر لحاظ سے قابل اعتماد ترجمہ ہے۔ اس کی اشاعت کا شرف شاہ شیرازی صاحب موصوف کے صاحبزادے عارف شیرازی صاحب کو حاصل ہوا ہے۔ تمہ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں جو اردو زبان ہی جانتے ہیں اس سے مستفید اور بہرہ ور ہونے کا زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے اور اسکی زیادہ سے زیادہ اشاعت ظہور میں آئے ہے

تحریر: محمد طاسین عفی عنہ، خادم مجلس علمی کراچی۔

فیوض درخواسی مع مجربات درخواسی۔ افادات :- شیخ الحدیث مولانا شفیق الرحمان صاحب درخواسی مدظلہ۔ مرحب :- مولانا حماد اللہ صاحب درخواسی۔ ضخامت :- ۲۶۰ صفحات۔

قیمت :- ۷۰ روپے جلد۔ ناشر :- شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عبداللہ بن مسعود خانپور ضلع رحیم یار خان

شیخ الحدیث مولانا شفیق الرحمان صاحب درخواسی، حافظ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب درخواسی قدس سرہ کے علمی جانشین اور کبار اولیاء امت کی روحانی نسبتوں کے امین ہیں۔ مولانا بہلویؒ کے جانشین حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے آپ کو خلافت دیکر سلاسل اربعہ میں بعیت کی اجازت مرحمت فرمائی ہے اور ہزاروں افراد و مسترشدین آپ کے فیوض و برکات سے مستفید اور مستفیض ہو رہے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب فیوض درخواسی مع مجربات درخواسی کی ترویج ترتیب کی اجازت دیکر بقول مولانا مفتی عبدالستار صاحب آپ نے امت مسلمہ پر عظیم احسان فرمایا ہے۔ اس کتاب کے مرحب آپ کے فرزند جو کہ خود بھی ایک جامع الصفات شخصیت ہیں اس کتاب کی ترتیب ہی سے آپ کے حسن ذوق کا پتہ چلتا ہے۔ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں سلوک و تصوف کے مسائل دوسرے باب میں سلاسل اربعہ کے اسباق تیسرے باب میں مسنون دعائیں اور چوتھے باب میں وہ عملیات و مجربات ہیں جو حضرت شیخ الحدیث صاحب کو حضرت دین پوریؒ، حضرت لاہوریؒ، حضرت بہلویؒ اور حضرت درخواسیؒ سے براہ راست حاصل ہوئے ہیں۔ سالکین و مسترشدین حضرات کیلئے یہ کتاب انتہائی مفید ہے اور موجودہ دور کے پریشان کن حالات سے نجات کیلئے باعث تسکین بھی۔ اللہ تعالیٰ صاحب افادات اور جامع و مرحب کو اجر جزیل عطا فرمائے جنہوں نے اس بیش بہا قیمتی ذخیرہ کو عامۃ المسلمین کے فائدہ کیلئے شائع کیا۔ (م اف)

*The First Name
in Bicycles, brings
ANOTHER FIRST*

SOHRAB **VIP** SPORTS

Sohrab, the leading national bicycle makers now introduce
the last word in style, in elegance, in comfort...
absolutely the last word in bicycles.



PAKISTAN CYCLE INDUSTRIAL COOPERATIVE SOCIETY LIMITED

National House, 47 Shahr-e-Quaid-e-Azam, Lahore, Pakistan.

Tel: 7321028-8 (3 lines). Telex: 44742 CYCLE PK. Fax: 7235143. Cable: BIKE

زندگی کے سارے سُکھ، صحت اور تن دُستی سے ہر



ایلو ویرا اور
منتخب نباتات کا
صحت افزا مرکب

تن سُکھ سے تن دُستی

تن سُکھ جسم و جان کو تقویت پہنچاتا ہے، نظام ہضم اور افعالِ جگر کی اصلاح کرتا ہے۔

ہمدرد

مکاتیب الحکیم تعلیم سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست بنیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعات ہمدرد خریدتے رہیں۔ ہمارے نتائج بین الاقوامی
شہر عام و حکمت کی تعمیر میں ایک نیا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک بنیں۔